لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

عالم اسلام کا سب سے اہم مسئلہ

اس وقت عالم اسلام کا سب سے اہم مسئلہ، سب سے نازک مسئلہ، سب سے فکر اور آزمائش کا، فکر و تردد کا مسئلہ، اور سب سے زیادہ قابل توجہ مسئلہ یہ ہے کہ عالم اسلام کی فکری، علمی، تصنیفی، اخلاقی اور اخیر میں سیاسی قیادت اس طبقہ کے ہاتھ میں آگئی ہے جو اسلام کی ابدیت کا تقریباً منکر ہے اور اسلام کے بارے میں وہ صرف احساس کمتری ہی میں مبتلا نہیں بلکہ مایوس ہے اور اس کے دل میں یہ احساس بیٹھ گیا ہے اور اس نے ایک فکر اور ایک فلسفہ اور دعوت کی حیثیت اختیار کرلی ہے کہ اسلام اس زمانے میں، اس جدید دور میں، اس ترقی یافتہ دور میں قیادت کی صلاحیت نہیں رکھتا، یہ ایک تعصب کی بات ہے اور ایک قدامت پرستی کی بات ہے کہ دیندار طبقہ بار بار مطالبہ کرتا ہے احکام شرعی کے نفاذ کا، اور تنقید کرتا ہے جدید تعلیم یافتہ طبقے پر، اور وہ مطمئن نہیں ہے زندگی سے ورنہ اصل یہ ہے کہ اسلام اپنا کام ختم کرچکا ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

۱۰/ دسمبر ۱۹۹۵ء

فی شمارہ ۵ روپے

سالانہ چندہ سو روپے

Regd No. LW/NP56
Fax No. : (0522) 380570

Office : 385538
Principal : 372336
Guest House : 73864 Ext. 20

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs. 5/-

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبو دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی —

IZHAR AHMAD & SONS PERFUMERS
TRADE MARK
CHOWK-LUCKNOW

ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

خط وکتابت کا پتہ

فون نمبر: 268898

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۷۹۱۰ — 267910

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ کی بہترین دوا

لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر U18/77 اور کیپ سول پر مارکہ ضرور دیکھیں، انڈین کمپنی کی کہیں کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں، مئو کا بنا اصلی نورانی تیل مئو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔

INDIAN CHEMICAL MAU.N.B. 275101

چشمہ گھر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے

Auto Refrecto Meter AR-860

چشمہ سے متعلق تمام چیزیں دستیاب ہیں

ایک بار خدمت کا موقع دیں

اے۔ رحمٰن (علیگ)

چشمہ گھر، محلہ مہاجنی ٹولہ پوسٹ سرائے میر ضلع اعظم گڑھ

فون: 76482

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

شمارہ نمبر ۳	۱۰؍دسمبر ۱۹۹۵ء - مطابق - ۱۶؍رجب المرجب ۱۴۱۶ھ	جلد نمبر ۳۳

نگرانِ اعلیٰ

مولانا معین اللہ ندوی

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

مشاورت

مولانا نذر الحفیظ ندوی - مولانا محمود الازہار ندوی
مولانا سلمان حسینی ندوی - مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبد اللہ حسنی ندوی - مولانا محمد رضوان ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زرِ تعاون

سالانہ ———— ۱۰۰ روپے
فی شمارہ ———— پانچ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
———— ۲۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ———— ۱۰ ڈالر

اِس دائرہ میں اگر سُرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپئے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گذارش

خط و کتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کیساتھ مکمل نام و پتہ ضرور لکھیں، خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ —— مینجر

خط و کتابت کا پتہ

مینجر تعمیرِ حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کراکے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

حامد

درسِ حدیث

اصرار کے ساتھ سوال کا معاشرہ پر اثر

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز ٹیچر ٹریننگ کالج حائل السعودیہ (۲)

ترجمہ ———— شمس الحق ندوی

صحیحین کی روایت ہے کہ حضرت انسؓ حضرت قتادہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ: لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور بار بار سوال کو دہرایا جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آگیا حتیٰ کہ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: آج تم مجھ سے جو سوال بھی کروگے اس کی حقیقت کو بیان کردوں گا۔ اس پر ایک شخص نے سوال کیا: جب کوئی شخص نامعلوم نسب کا ہوتا ہے تو اپنے باپ کے علاوہ سے منسوب کیا جاتا ہے چنانچہ اس نے سوال کیا اے اللہ کے رسول میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ حذیفہ ہے[1]

ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں آیت ذیل کے تحت اس حدیث کی تشریح کی ہے "یا أیها الذین آمنوا لا تسألوا عن أشیاء إن تبد لکم تسؤکم"

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں تشریف لائے غصہ سے چہرہ انور سرخ تھا منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ ایک شخص کھڑا ہوا اور پوچھا میں کہاں جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا آگ میں۔ دوسرا شخص کھڑا ہوا اس نے سوال کیا میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا: تمہارا باپ حذافہ ہے، صورتحال کا جائزہ لے کر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ہم نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مانا، اور اسلام کو دین تسلیم کیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر یقین کیا اور قرآن کریم کو اپنا امام و پیشوا مانا۔ اللہ کے رسول ہم لوگ ابھی ابھی جاہلیت و شرک سے نکل کر اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے باپ دادا کو خوب جانتا ہے راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی اس درخواست و گذارش سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور اس کے بعد یہ آیت شریفہ نازل ہوئی "یا أیها الذین آمنوا لا تسألوا عن أشیاء إن تبد لکم تسؤکم"[2]

اس قسم کے واقعات وقتاً فوقتاً پیش آتے رہتے تھے اس انداز کی بہت سی روایتیں ہیں جو اس طرح کے واقعات کو پیش کرتی ہیں حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سورج ڈھلے تشریف لائے اور نماز ظہر ادا فرمائی سلام پھیرنے کے بعد آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور قیامت کا بیان و ذکر فرمایا ———— اور اس دن جو ناقابل قیاس چیزیں پیش آئیں گی ان کا ذکر فرمایا: اس کے بعد آپ نے فرمایا: جو شخص کچھ پوچھنا چاہے پوچھے تم جس چیز کے بارے میں پوچھوگے جب تک منبر پر ہوں اس کا جواب دونگا۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ لوگ بے تحاشہ رونے لگے۔ اور آپ بار بار اپنا قول دہراتے رہے پوچھو پوچھو: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ کے سامنے کھڑا ہوا۔ اور پوچھا: اللہ کے رسول میرا ٹھکانا کہاں ہے؟ آپ نے جواب دیا جہنم اتنے میں عبد اللہ بن حذافہ اٹھے اور سوال کیا کہ یا اللہ کے رسول میرا باپ کون ہے؟ آپ نے جواب دیا تمہارا باپ حذافہ ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر اپنا سوال سلونی سلونی دہراتے رہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر حضرت عمرؓ مؤدب ہو کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور فرمایا ہم اللہ تعالیٰ کو اپنا رب ماننے پر راضی ہیں، اسلام کو اپنا دین مان لیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کا نبی اور رسول مان لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے یہ فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہوئے، پھر آپؐ نے فرمایا: خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے مجھے نماز پڑھنے کی حالت میں ابھی ابھی اس دیوار پر جنت و جہنم دونوں دکھائے گئے آج جیسی اچھائی (نعمتیں) اور برائی (عذاب) ہم نے نہیں دیکھا۔ حدیث بالا سنجیدگی و وقار کے ساتھ تربیتی پہلوؤں پر غور کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ حدیث پاک مسجد نبوی کے اندر تعلیم و تربیت اور مختلف النوع ہونے والے کاموں کی تصویر پیش کرتی ہے اور ساتھ ہی ایک قائد رہنما کی ذمہ داریوں کو اجاگر کرتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں کی اصلاح اور انجام بد سے ڈرانے کا فریضہ انجام دیتے تھے۔ یہ صورت نہایت نازک صورت حال کو سامنے لاتی ہے آپ نے قیامت کا ذکر فرمایا اور بیان فرمایا کہ قیامت کے وقت ایسے ہیبتناک حالات پیش آئیں گے پھر اخیر میں قسم کھا کر فرمایا کہ ابھی ابھی میرے سامنے جنت و جہنم دونوں پیش کئے گئے۔ آج سے بڑھ کر نہ نعمتیں اور اچھائیاں دیکھیں نہ عذاب و برائیاں۔ یہ تمام تفصیلات عقل کو حواس باختہ اور دل کو ہلا کر رکھ دیتی ہیں چنانچہ لوگوں پر غیر معمولی اثر پڑا۔ اور ندامت میں ڈوب گئے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ لوگ بلک بلک کر رونے لگے، کیوں نہ ہو اس طرح کی صورتحال تو ندامت و رونے ہی کی کیفیت پیدا کرتی ہے اور ہر بات کو سنجیدگی و متانت سے سوچنے اور مناسب انداز بیان کے ذریعہ دلوں کو خوش کرنے کا سبق پڑھاتی ہے۔ حضرت عمرؓ جلد اس صورتحال کو بھانپ گئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر نہایت ادب و رغبت کے ساتھ عرض کیا، ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اور اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔

(باقی صفحہ ۳۰ پر)

[1] فتح الباری [2] فتح الباری

اس شمارے میں

۱	درس حدیث	ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی	۲
۲	حالات کے سامنے جھکنا ..... (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳	اللہ کی سب سے بڑی نعمت ایمان ہے	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	۷
۴	جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے	مولانا سید محمد واضح رشید ندوی	۱۰
۵	مولانا اسحاق سندیلوی (مرحوم)	مولانا محمد رابع حسنی ندوی	۱۳
۶	عورتوں کے حقوق	مولانا برہان الدین سنبھلی	۱۵
۷	ناز بردار بھائی	پروفیسر محمد اجتبا ندوی	۱۹
۸	تاریخ دعوت وعزیمت (پنجم)	پروفیسر وصی احمد صدیقی	۲۳
۹	یہ ہے عورت کا مقام بلند	مولانا عبدالکریم پاریکھ صاحب	۲۵
۱۰	ممباسا کے پادری کا قبول اسلام	ترجمہ: محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۷
۱۱	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۸
۱۲	مطالعہ کی میز پر۔ رسید کتب	ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی، قاری محمد ریاض	۲۹
	،،	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	،،

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی ۱۰/= روپے کے حساب سے زر ضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر R.20/=
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

مدینہ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

برطانیہ
Mr. M. AKRAM NADWI
O.c.I.S.
St. CROSS COLLEGE
Oxford OX1 3TU - U.K.

ساؤتھ افریقہ
Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI -(U.A.E.)

پاکستان
Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (Pakistan-)

امریکہ
Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 -(U.S.A.)

اداریہ

حالات کے سامنے جھکنا بندۂ مومن کی شان نہیں

شمس الحق ندوی

اس وقت ہم جس ماحول وفضا میں سانس لے رہے ہیں وہ مغرب کی مادہ پرستی اور جاہ طلبی کا ماحول ہے، جس نے انسان کو من کا راجہ اور نفس کا غلام بنا کر اسے ہر قید وبند سے آزاد کر دیا ہے اور زمانہ کی فضاؤں میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بس ایک ہی صدا گونج رہی ہے: "بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست" جو مزے اڑانے ہیں اڑا لو کہ یہ دنیا اجڑ کر پھر نہ بسے گی۔ اس خیال وتصور نے تمام پیمانوں کو بدل دیا ہے۔ اور دلوں میں یہ بات اتار دی ہے کہ دینی حدود وقیود، مادی ترقی اور عیش کوشی کی راہ میں زبردست رکاوٹ ہیں اور جب انسان دینی حدود وقیود اور کبھی کبھی انسانی اقدار کے بندھنوں سے بالکل آزاد ہو جائے تو اپنی معمولی سے معمولی خواہش کے پورا کرنے اور نفع اندوزی کی خاطر اس کو کچھ بھی کر گزرنے میں کیا باک ہوگا، اب دنیا سمٹ سمٹا کر ایک گھروندہ بن کر رہ گئی ہے، ہم اپنے گرد وپیش ہی نہیں بلکہ مشرق سے لے کر مغرب تک اور شمال سے لے کر جنوب تک نظر دوڑائیں تو نظر آئے گا کہ قتل وخوں ریزی، لوٹ مار، بے حیائی اور فحاشی، بے مروتی اور طوطا چشمی، منافقت، مکر، دھوکا دہی کی ایسی طوفانی ہوائیں چل رہی ہیں کہ الحفیظ الاماں۔ دعویٰ تو یہ کیا جاتا ہے کہ انسان نے ترقی کی ہے، وہ پہلے سے زیادہ مہذب ومتمدن ہوا ہے، زندگی کے وہ وسائل اور سہولتیں ایجاد کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے جن کا انسانی تصور وخیال میں آنا محال تھا، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ان سائنسی ترقیوں کے بعد انسان ان حقائق اور وعدوں پر ایمان لاتا جو خالق کائنات نے اپنے نیک بندوں سے کئے اور وحی کے ذریعہ اپنے رسول کو بتلائے ہیں اور رسول خدا نے اس کی تفصیل بیان کی ہے جن لوگوں نے انکار کیا تھا ان کے انکار کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اپنی محدود عقل کے دائرہ میں جس پر اوہام وخرافات کا غلبہ تھا محال سمجھ کر اس پر یقین نہیں لاتے تھے لیکن جدید ترقیوں نے کسی بھی صاحب فہم وذکا کے لئے ان حقائق کو سمجھنے کے لئے راستہ ہموار کر دیا ہے۔

مگر ان ترقیات کے نشہ میں انسان نے ان حقائق کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی بلکہ ترقیات کے نقد فوائد کے سامنے وہ ان دائمی فوائد پر غور کرنے کے ہوش میں ہی نہیں ہے، اور اپنے کو مختلف منصوبوں میں کامیاب پا کر خود کو برسر حق اور مقبول سمجھنے لگا ہے، اور بجائے اس کے کہ ضمیر کی خلش محسوس کرے اپنی ہر کامیابی کے ساتھ اور زیادہ غافل ومطمئن ہوتا جاتا ہے اور اپنے عمل پر احتساب کی ضرورت ہی سرے سے نہیں سمجھتا۔ قرآن کریم نے اس ترقی کا بھی راز کھول کر بیان کر دیا ہے پھر بھی انسان غور کرنے کے حال میں نہیں۔ فرمایا: "مَن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَن نُّرِيدُ" (جو کوئی دنیا کی نیت رکھے گا ہم اس کو دنیا میں سے جتنا چاہیں گے جس کے واسطے چاہیں گے فوراً ہی دے دیں گے)۔

بہت وضاحت کے ساتھ یہ بات کہہ دی گئی کہ ہم طالب دنیا کو دنیا دیں گے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اتنا دیں جتنا وہ چاہے اور یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر چاہنے والے کو دیں۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی اپنی چاہت میں کامیاب ہوتا ہے اور کوئی ناکام، اور کوئی تو ایسا ناکام ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور وہاں پہونچ جاتا ہے جہاں تلافی کی راہیں بند ہو چکی ہوتی ہیں۔ اور اس کا انجام اس دنیا کے بنانے والے کا غضب اور آگ کی دائمی سزا ہوگی جس کو آیت کے دوسرے جز میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: "ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا" (پھر ہم اس کے لئے جہنم رکھیں گے اس میں وہ بدحال اور راندہ ہو کر داخل ہوگا)۔

آیت کے اس دوسرے جز سے یہ بات خوب واضح ہو گئی کہ فوری کامیابی مطلق صورت میں ہرگز خوش ہونے والی نہیں، دیکھنا تو یہ چاہیے کہ اس کا آخری انجام کیا ہے اگر صرف دنیا ہی تک اس کا نفع محدود ہے تو خرابی ہی خرابی ہے۔

عاجلہ یعنی دنیائے فانی کی بڑھی ہوئی ہوس نے اس وقت جو صورت حال پیدا کر دی ہے ہر صاحب عقل وشعور اس کو دیکھ کر حیران وششدر ہے اور کوئی بات بنائے نہیں بن رہی ہے، جو کچھ ہوش وحواس رکھتے ہیں اور ان خرابیوں سے نکلنے کی راہ دکھانے کی فکر وکوشش کرتے ہیں، ان کو یہ کہہ کر ناقابل اعتنا بنانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ پرانے ٹائپ کے لوگ ہیں ان کو نئی روشنی نہیں بھاتی، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس وقت قافلۂ انسانیت کی کشتی سخت خطرات سے دوچار ہے۔ بالکل اس طرح جیسے کشتی سے موجوں کے تھپیڑے ٹکرا رہے ہوں، رات کی تاریکی ہو اس پر ستم بالائے ستم یہ کہ کالی کالی گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوں، اوپر سے بادل ٹوٹ کر برس رہا ہو اور نیچے پہاڑ جیسی موجیں اٹھ رہی ہوں، ان کے شور

دھواں دھواں ہورہا ہے، دل بیٹھے جارہے ہوں اور چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی ہوں، اس خوفناک منظر کی تصویر کشی قرآن کریم سے بڑھ کر کون کرسکتا ہے:۔

"کَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا"

جیسے دریائے عمیق میں اندھیرے جس پر لہر چلی آتی ہو اور اس کے اوپر اور لہر آرہی ہو اور اس کے اوپر بادل ہو غرض اندھیرے ہی اندھیرے ہوں ایک پر ایک (چھایا ہو) جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھے۔

اس وقت کی صورتِ حال اس دور اور ماحول کو تازہ کررہی ہے جو بعثتِ نبوی سے قبل تھی، مادہ پرستی کا ایسا جادو چلا ہوا ہے کہ اس کی لت اور طلب میں غیر تو غیر امت مسلمہ کے بہت سے افراد اس کے پیچھے اپنی دینی غیرت و حمیت تک کو خیرباد کہہ کر اسی کے پیچھے دوڑنے لگتے ہیں بلکہ بسا اوقات تو اسی کی طلب وجاہت یا سستی شہرت وجاہ کی چاہت میں قومی و ملی مفاد تک کو داؤں پر لگا دیتے ہیں۔ اور ایسے لوگوں کی خوب پذیرائی بھی ہوتی ہے اس لئے کہ دین دشمن طاقتوں کو ایسے مہروں کی ضرورت ہوتی ہے، یہ مہنگا سودا کتنے دن کے لئے۔ ایسے لوگوں کو مذکورہ آیت کو بار بار پڑھنا چاہئے شاید اس کی کوئی ضرب آنکھیں کھول دے۔

"مَّن كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَن نُّرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا"

جب پوری انسانیت کا مزاج وہ بن گیا ہو جس کی ہلکی سی جھلک اوپر پیش کی گئی اور اس پر ستم یہ کہ امت مسلمہ کے بھی کچھ افراد اسی دھارے میں بہنے لگیں اور اسلامی اصول و اقدار کی مخالفت پر اتر آئیں تو ایسے میں امت مسلمہ کے علمائے ربانیین اور مخلص داعیوں کا کام بہت مشکل ہوجاتا ہے اور ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ نبی آخر الزماں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے علماء ہی کو اب تا قیامت کارِ نبوت کی نیابت کرنی ہے اور جب کارِ نبوت کی نیابت کرنی ہے تو ان مشکلات و دشواریوں سے بھی دوچار ہونا پڑے گا جن سے انبیاء کرام کو گزرنا پڑا ہے اسی طعن و تشنیع اور ملامت سے بھی سابقہ پڑے گا جس سے انبیاء کرام گذرے ہیں، اس بگڑے ہوئے ماحول کے طوفانی جھکڑوں میں جب صبر و ثبات کا ثبوت دیا جائے گا تو اس کے نتائج بھی نصرتِ خداوندی سے سامنے آئیں گے۔

تھوڑی دیر کے لئے حضرت مجدد الف ثانی کے دور کو نگاہوں میں لائیے اور ان خطرات و مشکلات کے ساتھ جو حکومتِ وقت کی طرف سے درپیش تھیں، مال و دولت کے طلبگار راہبوں کی بھی سازشوں پر نظر ڈالئے تو اس دیار میں بقائے اسلام کی کوئی کرن دکھائی نہیں دیتی تھی مگر بقول

جہانے را دگرگوں کرد یک مردِ خدا آگاہے

تنہا مجدد الف ثانی کی سعیِ مشکور کے نتیجہ میں اس دیار میں دینِ اسلام کا چراغ اس طرح روشن ہے کہ دوسرے ملکوں کے مسلمان اس سے روشنی حاصل کررہے ہیں۔ اس لئے گو ہوا مخالف ہے اور بادِ صرصر کے جھونکے چل رہے ہیں دنیا کی تمام قوموں کے ساتھ ساتھ انہوں نے بھی تعلیماتِ نبوت کی من مانی شرح و تفصیل شروع کردی ہے۔ اور ہماری بعض حکومتوں کے سربراہ بھی اپنی عیاشی میں رخنہ سمجھ کر دینِ اسلام کے مخالف ہوگئے ہیں۔ علماء اور دینی کارکنوں کو ان کے مقابلہ میں ہمت نہ ہارنی چاہئے۔ بلکہ "إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ" کے خدائی وعدہ پر اعتماد و بھروسہ کرکے اپنے کام کو جاری رکھنا چاہئے وہ وقت بھی آئے گا جب تاریکی کے بادل چھٹیں گے اور حق و صداقت کی صبح نمودار ہوگی۔

اس وقت دنیا میں جو اندھیر مچا ہوا ہے وہ کمزور ایمان دلوں میں یہ وسوسہ پیدا کرے کہ نعوذ باللہ اب بات خدائے بزرگ و برتر کی قدرت و اختیار سے باہر ہوگئی ہے اور وہ مجبور ہوا جارہا ہے، یہ ایک مومن کا عقیدہ نہیں بلکہ جو کچھ ہورہا ہے اس کی طرف سے استدراج اور ڈھیل کے طور پر ہورہا ہے جب تک اسے منظور ہے اس لئے ہمت ہارنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہاں صرف تدبیر اور حکمت و دانشمندی کے ساتھ داعیوں اور دینی کارکنوں کو اپنا سفر جاری رکھنا چاہئے اور ہمت و حوصلہ کے ساتھ جاری رکھنا چاہئے اس لئے کہ اس اندھیر کی مکافاتِ عمل کا ایک وقت مقرر ہے وہ آکے رہے گا۔

محمد جلال الدین جلال فاروقی

الٹ کر رکھ دیا تھا شرک کے صحرا کی بنیادیں

یہ رعب و دبدبہ فاروق اعظم کا بتاتا ہے
کہ ہم سے سرنگوں ہیں قیصر و کسریٰ کی بنیادیں

سراسیمہ نظر آتے تھے سب سردار باطل کے
الٹ کر رکھ دیا تھا شرک کے صحرا کی بنیادیں

کیا مضبوط و مستحکم یوں ایوانِ شریعت کو
رہیں محفوظ تاکہ حشر تک کعبہ کی بنیادیں

بتاتی سطوتِ فاروق ہے اس راہِ منزل کو
مٹا سکتا نہیں کوئی نشانِ پا کی بنیادیں

کہاں مال و متاع کی حرص دل میں ہوسکی پیدا
نہیں کمزور کچھ ہونے دیا تقویٰ کی بنیادیں

ہے زندہ عدل بھی اس دورِ حاضر میں ابھی تک کہ
حقائق پر رکھی جمہور کے شوریٰ کی بنیادیں

ہوا رازِ درونِ ظاہر یہ فاروقی جلالت سے
رضائے رب پہ جاں دیکر کے رکھ عقبیٰ کی بنیادیں

ابھی تک دشمنِ اسلام ہے ایمان سے خالی
نہ کر اب کھوکھلی ایران کے عطیہ کی بنیادیں

جلالؔ اپنی غلامی کا تعلق تو انہیں سے ہے
رکھیں گے پھر لہو دے کر فنا فی اللہ کی بنیادیں

اللہ کی سب سے بڑی نعمت ایمان ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

حضرت مولانا مدظلہ نے یہ تقریر ۸ نومبر ۹۵ء کو مولوی محمد خالد ندوی غازی پوری کے وطن نرائن پور میں مدرسہ سراج العلوم رحمانیہ کی نئی مسجد اور مدرسہ کی عمارت کے سنگِ بنیاد رکھنے کے وقت ارشاد فرمائی، مولوی اکرام الحق ندوی نے ٹیپ کی مدد سے قلمبند کیا ہے، افادہ عام کے لئے ہدیہ ناظرین ہے۔ (ادارہ)

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ومن دعا بدعوتھم الیٰ یوم الدین

حضرات:۔ یہ موقع بار بار نہیں آتا، میں آپ سے کیا کہوں۔ اللہ نے اہل جنت کی زبان سے کہلوایا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ، سب شکر اور سب احسان ہے اس پروردگار کا جس نے ہم کو یہاں تک پہونچایا، ہم یہاں تک نہیں پہونچ سکتے تھے اگر اللہ ہماری دستگیری اور رہنمائی نہ فرماتا، پھر اللہ تعالیٰ ان کی زبان سے بڑے کام کی بات ادا کروا رہا ہے۔ کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہم اپنی ذہانت، اپنے علم، اپنی محنت اور نسبی شرافت سے، اپنی دولت اور بلندی کے ذریعہ یہاں تک پہونچے ہیں، "لَقَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ" یہ سب فیض اور صدقہ ہے ان پیغمبروں کا جن کو اللہ نے ہماری ہدایت کے لئے بھیجا، اور جنہوں نے ہمیں یہ راستہ دکھایا اور پھر اللہ نے توفیق دی کہ ہم اس راستے پر پڑے۔

بھائیو اور بزرگو! اللہ تعالیٰ کے ہم پر آپ پر بہت سارے انعامات ہیں، پہلی بات تو یہ ہے کہ جو انعامات اور احسانات کی جڑ ہے، وہ زندگی ہے کہ اللہ نے ہم کو اس دنیا میں بھیجا، اگر وہ نہ بھیجتا اور ہم اس دنیا میں نہ آتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، نہ ہدایت ہوتی نہ اللہ کے رسول کی اطاعت ہوتی، نہ مدرسے قائم ہوتے، نہ قرآن مجید حفظ کیا جاتا، نہ دین کی تعلیم حاصل کرتے، نہ اللہ کا قرب حاصل کرتے نہ حج کرتے، نہ زکوٰۃ دیتے، دیکھئے جب آدمی کسی جگہ پہونچ جاتا ہے تو اس کو خیال آتا ہے کہ یہ ہمارا کمال ہے اور یہ ہماری محنت، ہماری بصیرت ہے، ہماری ذہانت ہے اور ہماری جفاکشی ہے، ہماری خوش قسمتی ہے، یہ سب خیالات آدمی کو آتے ہیں لیکن لوگ جنت میں پہونچیں گے تو کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا، سب شکر ہے اللہ کا، یہاں اپنی ذہانتوں، اپنی عبادتوں اور ریاضتوں اور اپنے مطالعے سے نہیں پہونچے اس لئے کہ دنیا کو ہم دیکھ رہے ہیں دنیا والوں کے پاس سب چیزیں موجود ہیں روس اور امریکہ والوں کے پاس کیا کچھ نہیں ہے علم نہیں ہے، ذہانت نہیں ہے؟ کمالات نہیں ہیں؟ ایجادات نہیں ہیں؟ تجربے نہیں ہیں؟ بڑے بڑے ماہرین فن نہیں ہیں، لیکن ہدایت سب کو نصیب نہیں، ہدایت بھی ان ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جن کو کوئی ایسا ہدایت والا مل جاتا ہے، اور اللہ ہی ان کو ہدایت دینا چاہتا ہے، تو یہ پورا جملہ بالکل ایک معجزہ ہے جو اللہ نے کہلوایا ہے، اللہ نے اسکو قرآن مجید میں اس لئے جگہ دی ہے، جو بات اہل جنت، جنت میں پہونچ کر کہیں گے اللہ نے وہ بھی اپنے کلام میں داخل کردیا، اسے سکھانے کے لئے۔

پہلی بات یہ ہے کہ ہم اسے سمجھیں، یہ سب اللہ کا احسان ہے، یہ دیکھئے کہ جس علاقے میں آپ ہیں۔ سارا ہندوستان، جیسے آپکا ضلع غازی پور اور پھر پورا یوپی۔ پھر اور بڑھ کر ایشیا اور پھر بڑھ کر دنیا، کتنے آدمی ہیں جن کو ہدایت ملی، کتنے آدمی ہیں جو کلمہ پڑھتے ہیں، کتنے آدمی ہیں جو خدا کو پہچانتے ہیں، اور اس کو پیدا کرنے والا سمجھتے ہیں، أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ، رب العٰلمین سمجھتے ہیں، کیا ذہانت، علم اور مطالعہ کی کمی ہے، محنت کی کمی ہے کس چیز کی کمی ہے، کمی ہے تو صرف توفیق الٰہی کی، پہلے تو آپ یہ شکر کریں کہ اللہ نے آپ کو زندگی عطا کی، انسانوں کا یہ جنگل ہے، یہ انسانوں کی آبادی ہے، جس میں کیسے کیسے پڑھے لکھے لوگ ہیں، بڑے بڑے اسکالر اور اسپیشلسٹ ہیں بڑے بڑے ذہین ہیں لیکن ہدایت سے محروم، کلمہ بھی نصیب نہیں، دنیا کے پیدا کرنے والے کی پہچان و معرفت بھی نہیں کہ دنیا کو کس نے پیدا کیا، اور کون چلا رہا ہے، سب کر رہے ہیں مگر یہی نہیں معلوم، اگر ہم یہ نہیں جانتے کہ یہ کونسی جگہ ہے، یہ مدرسہ ہے یا ایسے ہی کسی کا گھر ہے۔ ہم تھوڑی ہی دیر ٹھہرے ہیں اور کون ہمیں ٹھہرا رہا ہے اور کون ہمیں آرام پہونچا رہا ہے اور کون ضرورت کی چیزیں مہیا کر رہا ہے، اور کون ہمارا استقبال کر رہا ہے، تو آپ کیا کہیں گے، سوچئے تو لوگ اس دنیا میں ساٹھ ساٹھ برس، ستر ستر برس گزار رہے ہیں، کتب خانے کے کتب خانے موجود ہیں، سائنس کی بڑی سے بڑی تجربہ گاہیں موجود ہیں، لیکن کسی کو خبر نہیں کہ دنیا کو بنانے والا کون ہے، چلانے والا کون ہے، اور ہدایت کیا چیز ہے

کون سا عقیدہ صحیح ہے، کون سا غلط ہے، اس دنیا کا پیدا کرنے والا کون ہے، اس کی کیا صفات ہیں، اس کا ہم پر کیا حق ہے یہی نہیں جانتے، ہم آپ کو مبارک باد دیتے ہیں، کہ اللہ نے آپ سب پر اتنا بڑا انعام فرمایا کہ اس جنگل اور اس علاقہ میں اللہ نے اپنے نیک بندوں کو بھیجا، انہوں نے آپ کو دین کی دعوت دی اور رشتے قائم کئے، تھوڑا سا ہمارا بھی رشتہ ہے کہ آپ کے یہاں جو بزرگ آئے جن کا نام بار بار لیا گیا ہے، شیخ صلاح الدین صاحب کڑا مانک پور سے آئے، اور کڑا مانک پور ہمارا وطن ہے، ہمارا جدی وطن ہے، قطب الدین چشتی جو مدینہ طیبہ سے آئے تھے، جو قطب مدنی کہلاتے ہیں ہم سب لوگ ان کی اولاد میں ہیں، ہمارا یہ رائے بریلی، فتح پور ہنسوا، مانک پور، الٰہ آباد پھر پاکستان میں بیسوں نہیں بلکہ سینکڑوں ہوں گے ہمارے خاندان کے، یہ سب قطب الدین کی اولاد میں ہیں، کوئی اپنے کو قطبی، کوئی حسنی اور کوئی مدنی لکھتا ہے تو ہمارا آپ کا ایک رشتہ بھی نکلا، آپ کے بزرگ محسن اور مربی صلاح الدین صدیقی صاحب کڑا مانک پور سے آئے، اور ہم لوگ پہلے کڑا مانک پور ہی میں بسے، وہیں قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے، ان کی اولاد میں بڑے بوڑے عالم، اور بڑے بڑے مجاہد پیدا ہوئے بڑے بڑے مصلح پیدا ہوئے، جنہیں سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ مشہور ہیں، جنکی وجہ سے ایک نیا دور شروع ہوا، اس سے اندازہ کیجئے کہ تیس لاکھ تو ان لوگوں کی تعداد ہے جنہوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور شرک و کفر سے توبہ کی اور چالیس ہزار ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے یہ معتبر اعداد و شمار ہیں جو کتابوں میں لکھے ہوئے ہیں، حد تو یہ تھی کہ جس نے ان کے ہاتھ میں ہاتھ دیا، اسی وقت اس کو شرک سے نفرت ہوجاتی تھی، بدعت اور بد اخلاقیوں سے نفرت ہوجاتی تھی، کچھ کہنے کی ضرورت نہیں تھی، اس کی زندگی نئے سانچے میں ڈھل جاتی تھی، یہ بات تو تسلسل سے سنی گئی ہے اور لکھی گئی ہے اور ہم نے کتابوں میں پڑھا ہے اور بزرگوں سے سنا ہے اور جتنے محقق اور انصاف پسند لوگ ہیں سب اس کو مانتے ہیں، سب سے اہم چیز یہ ہے کہ آپ اس دولت کی حفاظت کریں، اس دولتِ ہدایت کی حفاظت کریں، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا، شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمکو یہاں تک پہونچایا۔ اور ہمیں ہدایت دی، آپ کا یہاں آنا مبارک، آپ کے مکانات مبارک، آپکی کھیتیاں مبارک، اولاد بھی مبارک بیٹے پوتے، نواسے سب مبارک، اللہ انکی زندگیوں میں برکت دے اور ان کو توفیق دے، لیکن سب سے جو بڑی نعمت آپکے پاس ہے وہ کلمے کی نعمت ہے، آپ اس کو خوب اچھی طرح سے لکھ لیجئے کہ یہ سب چیزیں کام آنے والی نہیں تھیں اور یہ زندگی کتنی ہے، اسّی، نوّے برس کی عمر ہوئی، اس کے بعد کچھ نہیں، وہاں یہی کلمہ کام آئے گا، یہی نمازیں کام آئیں گی، یہی ہدایت کام آئے گی، نہ جائداد، نہ اولاد، نہ گھر کام آئیں گے، نہ شہرت نہ عزت کام آئے گی، کوئی چیز کام نہیں آئے گی اس وقت ہم جو کچھ آپ سے تھوڑے وقت میں کہہ سکتے ہیں وہ یہ کہ اپنے ایمانوں کی خوب حفاظت کیجئے، اور اپنی اولاد کے ایمان کی بھی حفاظت کیجئے اور اسکی فکر رکھئے، ہم نے کئی بار اپنی تقریروں میں کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام خود پیغمبر، باپ پیغمبر، دادا پیغمبر یا اللہ ان کی اولاد پیغمبری چوتھی پشت تھی، جیسے ہی انہوں نے آنکھ کھولی اور ہوش سنبھالا ان کے کان میں جو آواز پہونچی وہ یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، کوئی اس کارخانے کو چلانے والا نہیں، کوئی روزی دینے والا نہیں، اور کوئی جلانے اور مارنے والا نہیں بچپن سے دین گھٹی میں پڑا تھا، لیکن یعقوب علیہ السلام کی نبوت کی شان تھی اور دین سے محبت تھی اور اولاد سے بھی محبت کا تقاضا تھا، انہوں نے کہا جب وہ سمجھ گئے کہ اب زیادہ رہنا نہیں بالکل آخری وقت ہے، سب بچوں کو جمع کیا بیٹے بھی ہوں گے، پوتے بھی ہوں گے، نواسے بھی ہوں گے، انہوں نے اچھی عمر پائی، انہوں نے کہا۔ "مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ" بیٹو پوتو، نواسو، یہ بتا دو کہ میرے بعد تم عبادت کس کی کروگے، اگر کوئی پوچھتا کہ حضرت یہ بات پوچھنے کی ہے، یہ کس کے بیٹے ہیں، کس کے پوتے ہیں، کس کے پرپوتے ہیں، کس کی اولاد ہیں، آپ کے گھر میں سوائے اللہ کی عبادت کے دیکھا کیا، کیا بت کبھی گھسنے بھی پائے تھے، اس کو ٹھوکر مار کر ایک گندگی کی طرح نکال دیتے، اللہ کے علاوہ کسی کا نام لیتے تو طمانچے مارتے اور اس کو گھر سے نکال دیتے، تم ہمارے گھر میں اللہ کے علاوہ غیر اللہ کا نام لیتے ہو! اس گھر میں دیکھا کیا ہے سنا کیا ہے اس گھر میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت کیا، جب محبت ہوتی ہے تو فکر ہوتی ہے

عشق است و ہزار بدگمانی

عشق ہے اور ہزار بدگمانیاں، تو اب ہم مسلمانوں کو دین سے وہ محبت نہیں رہی، سب کچھ کریں گے اپنی اولاد کے لئے، کہاں سے کھائیں گے، کیا ان کو پڑھانا چاہئے، اور ذرا سا بیمار ہو تو حکیم، ڈاکٹر اور سب کچھ لائیں گے لیکن اسکی فکر نہیں کہ اس کا ایمان باقی رہے گا یا نہیں، ہمارے بعد اس راستے پر رہیں گے یا کسی اور راستے پر چلے جائیں گے، اب مسلمانوں کو

اسکی فکر بہت کم ہوگئی ہے، اس کا نتیجہ ہے کہ آئندہ نسل کی کوئی ضمانت نہیں، اطمینان نہیں کہ یہ بھی توحید کی قائل ہوگی، خدا کے علاوہ کسی کو خالق، رازق نہیں سمجھے گی، ہماری اولاد اسی سے مانگے گی، اسی کے سامنے ہاتھ پھیلائے گی، اسی سے ڈرے گی، پھر دین اسلام پر فخر کرے گی، اور سب کچھ دینے کیلئے تیار ہوگی جائداد تک، لیکن دین و ایمان کا سودا کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگی، سر کاٹ دیا جائے مگر اللہ کے سوا کسی کے سامنے سر جھکانے کو تیار نہ ہوگی اس وقت ہندوستان میں خطرہ پیدا ہوگیا ہے کہ "مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِیْ" کوئی کہنے والا نہیں رہ گیا ہے، اپنی اولاد سے پوچھے کہ ہمارے بعد تم کس راستہ پر چلوگے، کس دین میں رہوگے، یہ سب سے ضروری ہے، یہ تو زندگی میں کرنے کا کام ہے، ایسا نظام بنا کر جائیں کہ آپ کی اولاد اس دین پر قائم رہے، صرف قائم ہی نہ رہے، بلکہ دین کی غیرت اور دین کا جوش ہو اس کے اندر۔ اور اس کو دین پر فخر ہو، خدا کا شکر ہے کہ دیکھ کر اطمینان ہوا کہ انشاء اللہ یہاں سے یہی چیز پھیلے گی اور پیدا ہوگی، اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے، اب کچھ زیادہ کہنا نہیں چاہتا، بہت دیر سے پروگرام چل رہا ہے، اپنے عقیدے کی حفاظت کریں، اور اپنی آئندہ نسل کے متعلق اطمینان حاصل کرلیں، اللہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو موقع دیا، ہر ایک کو یہ موقع نہیں ملتا، معلوم نہیں آپ کہاں ہوں، آپ کی اولاد کہاں ہو، وہیں رہ کر اور ابھی سے اس کا اطمینان کریں، اللہ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کا قصہ سنا کر ہمیں غیرت دلائی اور احساس دلایا کہ دیکھو، یہ ہوتی ہے محبت دین کے ساتھ، حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا دیکھو بیٹو، پوتو، نواسو، میری پیٹھ قبر سے لگے گی نہیں اجب تک میں یہ نہ سن لوں، اور یہ یقین کر نہ جاؤں کہ تم لوگ صحیح دین، اللہ کے دین اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر قائم رہوگے یہ بتا دو، پھر ہم قبر میں چین سے سوئیں گے، ان سب نے کہا نَعْبُدُ اِلٰھَکَ وَاِلٰہَ آبَائِکَ اِبْرَاھِیْمَ وَاِسْحٰقَ اِلٰھًا وَّاحِدًا، ہم عبادت کریں گے آپ کے معبود کی، آپکے باپ اور چچا اور دادا کے معبود کی، تب انکو اطمینان ہوا بس اسی پر اکتفا کرتا ہوں، اپنے دین کو قائم رکھنے کی کوشش کریں۔ اس پر ذرا آنچ نہ آنے پائے، اپنے عقیدۂ توحید پر، عقیدۂ آخرت پر دھبّہ نہ آنے پائے، پھر اچھے اخلاق پر، جو غیر مسلموں کے لئے باعث کشش ہو۔ اور وہ اسلام کے مطالعہ کے لئے آمادہ ہوں کہ یہ کون سا دین ہے، جن کی وجہ سے ان لوگوں میں یہ بات ہے، ان کی نگاہیں نیچی ہوں، آپکے اخلاق درست ہوں، آپ کے اندر انسانی ہمدردی ہو، آپ کے اندر اس فساد سے نفرت ہو جو اس وقت ہندوستان میں پھیلا ہوا ہے، کیا ہو رہا ہے، روپیہ پوجا جارہا ہے، دلہنیں ماری اور جلائی جارہی ہیں، کم جہیز لے کر آئی، ابھی ایک مسلمان نے اپنی ایک بہو کو جلا دیا کہ وہ کم جہیز لے کر آئی تھی، حالانکہ خبر میں لکھا ہے کہ جتنا زیادہ سے زیادہ جہیز دیا جاسکتا تھا، لے کر آئی تھی، ان چیزوں سے آپ کو نفرت ہو آپ کا نمونہ ہندو بھائی کے سامنے ایسا آئے کہ وہ کہیں کہ تم نے یہ کہاں سے سیکھا، تم کو یہ کس نے بتایا مجھے بھی بتاؤ۔ تمہاری نگاہیں نیچی رہتی ہیں، تم میں خدا کا ڈر ہے، تمہارے اخلاق درست ہیں، تم کسی اور کے پجاری نہیں ہو، تم اللہ کے پجاری ہو، اگر آپ یہ کریں گے تو اسلام پھیلے گا، اور آپ کے دائرہ سے نکل کر دوسرے لوگوں کے دائرہ تک پہونچے گا، اور اس دائرہ میں پہونچنے سے آپ کے دائرہ کی بھی حفاظت ہوگی، اور آپ کی اولاد کے متعلق اطمینان ہوگا، ان کے چاروں طرف سے دین کا احترام اور دین کی قدر ہے، سب مسلمان نہ ہوں، لیکن سب اسلام کا احترام کریں اور دین کی قدر کریں، اللہ ہم سب کو توفیق دے

(بقیہ) **تاریخ دعوت و عزیمت**

میں نے یہ کام شروع کیا اور یہ مضامین تعمیر حیات میں شائع ہوتے رہے۔ خدا کرے جس مقصد سے یہ لکھے گئے وہ پورا ہو اور طلبا اس سے فائدہ اٹھائیں عام طور پر مصنف یا مضمون نگار اپنے کام کے لیے کلمۂ انکسار کہتے ہیں یہ ایک طرح کی روایت ہے مگر میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں یہ علم کے موتی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے بے مثال علمی سیر ریزے چنے گئے ہیں یہ سلک گہر ہے۔

(میں اپنے پروردگار کا ضرور شکر ادا کروں گا جس نے درد دے کر درماں دیا اور ان مضامین کے لکھنے کی توفیق دی)

شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم۔

ختم شد۔

نوٹ:۔ محترم مضمون نگار صاحب پر چار سال قبل دل کا ایسا دورہ پڑا تھا کہ اس کے بعد ان کو جیسے اسی کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے دوسری زندگی عطا کی۔ ہماری دعا ہے کہ ان کی عمر دراز طویل ہو اور وہ اپنی زندگی کے باقی لمحات ندوہ کے زیر سایہ انہیں اسلاف اور علمائے ربانیین کی مجلسوں اور حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی صحبت میں گذار دیں۔ شاہجہانپور کا یہ کلیہ نسل سے سبکدوش ہوکر اولیائے کرام کے ان تذکروں وجہد و مطہر بیر غنائل زندگی کے جھونکوں میں دن گذارنے کی سعادت حاصل ہونا بڑی عنایت خداوندی اور خوش نصیبی کی قابل رشک بات ہے (ادارہ)

مولانا سید واضح رشید ندوی

جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

ترجمہ: سید جاوید احمد

موجودہ ذرائع ابلاغ یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان ہی سب سے زیادہ مصائب و آلام کے شکار ہیں، اور ان کے ممالک سیاسی کشمکش اور دہشت گردی میں مبتلا ہیں یہ تاثر اتنی قوت اور وسعت سے دیا جاتا ہے کہ خود مسلمانوں کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہونے لگتا ہے خصوصاً ان کے دانشور طبقہ کے ذہن میں جو ان ذرائع ابلاغ سے زیادہ متاثر ہوتا ہے اور اسکو غیر مسلم حلقوں سے زیادہ سابقہ پڑتا ہے کہ آخر کیوں عالم اسلام کی صورت حال دیگر ممالک کے مقابلہ میں زیادہ ابتر ہے؟ اور یہ سوال اکثر مسلمانوں سے گفتگو کے موقعوں پر غیر مسلموں کی طرف سے اٹھایا جاتا ہے اس لئے کہ عام طور سے لوگ ان صحافیوں کی خبروں اور رپورٹوں پر بھروسہ کرتے ہیں جو اس طرح کی خبریں اسلام دشمنی میں مسلمانوں کے دلوں کے اندر شکوک وشبہات کے بیج بونے کی خاطر تیار کرتے ہیں اور اس کو اسی ذہن سے ترتیب دیتے ہیں یہ سوال ان لوگوں کے لئے پریشان کن ہوتا ہے جن کے پاس تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے اور مغربی سامراج کی تاریخ کو پڑھنے کا موقع نہیں، موجودہ تحریکات جو یورپ میں اس کی نشاۃ ثانیہ کے بعد وہاں وجود پذیر ہوئی ہیں ان کے متعلق انھیں علم نہیں یورپ کے تاریک عہد سے وہ واقف نہیں، وہاں ہونے والی بغاوتوں اور جنگ وجدال کے سلسلے میں انھیں خبر نہیں، اختلاف عقیدہ کی بنیاد پر "پروٹسٹنٹ" اور "کیتھولک" کے درمیان ہونے والی خونریزیوں، محکمۂ تفتیش کی طرف سے دی جانے والی سزاؤں اور سامراجی حکومتوں کے اپنے مقبوضہ ممالک میں کشت وخون قتل وغارت گری جلاوطنی آبادی کو مسخ کرنے آزادی سلب کرنے، نیز عقائد ونظریات کے اختلاف کی بنیاد پر امتیاز برتنے یہاں تک کہ غیر انسانی سلوک کرنے کے سلسلے میں انھیں کچھ معلومات فراہم نہیں؟ انقلاب فرانس اور انقلاب روس کی خونریزی اور تباہی اور نقل آبادی، زبان وثقافت کو نیست ونابود کرنے، ناموں کی تبدیلی، مفتوحہ قوموں کو اپنے عقائد ونظریات کا پابند کرکے باہری دنیا سے اپنے محکوم عوام کا رشتہ منقطع کرنے سے ان کو واقفیت نہیں۔

اپنے جابرانہ نظام کو قائم رکھنے کے لئے اور عوام کے مخالفانہ ردعمل سے بچنے کے لئے ظالمانہ جاسوسی نظام جو تقریباً نصف دنیا پر اشتراکی نظام کے سایہ میں قائم رہا، جس میں بھائی کو بھائی پر اور بیوی کو شوہر پر اور شوہر کو بیوی پر اعتماد نہ تھا اور سماج کا جس میں کوئی تصور نہ تھا اس کا بھی علم نہیں

جو شخص یورپ کے تاریک عہد اور مذہبی جنون کی تاریخ سے اور موجودہ عہد کی سامراجیت واشتراکیت کی تاریخ سے واقف نہیں اور اس کا پس منظر اسے معلوم نہیں اور ان ستم ظریفیوں سے آگاہ نہیں جن سے قوموں کو یورپی ممالک کے زیر اثر ملکوں کو دوچار ہونا پڑا ہے تو یقیناً اس سوال یعنی عالم اسلام کے ناسازگار حالات وہاں ہونے والے انتشار کے سلسلہ میں جواب دینے میں اس کی پیشانی عرق آلود ہو جائے گی اور وہ اس راہ میں تذبذب کا شکار ہوگا۔

موجودہ میڈیا جس کا اصل موضوع عالم اسلام کی تباہی وخستہ حالی کو اچھالنا ہے اور جو یہ تصور پیش کرتا ہے کہ یورپ کے سوا پوری دنیا جہنم کا ایندھن بنی ہوئی ہے ہمیں ہرگز دھوکہ نہیں دے سکتا اور ہم ان دشمنان اسلام کے تمسخر آمیز سوال کا منہ توڑ جواب بآسانی دو طریقوں سے دے سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم براہ راست یہ سوال اٹھانے والوں کے اپنے تباہ شدہ معاشرے پر ضرب کاری لگائیں اور ان کی تباہ کاریوں کا پردہ چاک کریں دوسرے یہ کہ دفاعیانہ طرز اختیار کریں۔ اور عالم اسلام میں ہونے والے انتشار وکشمکش کے اسباب تلاش کریں اس کی تفصیل وتشریح کریں کہ اس کا اصل ذمہ دار اور محرک کون ہے اور کس کا ہاتھ کام کر رہا ہے؟ یہ کام زیادہ دشوار نہیں، اس کے لئے حالات حاضرہ سے واقفیت ضروری ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ آئے دن یہ سوال اٹھانا ایک عالمی اور بین الاقوامی مسئلہ ہے جس میں سیاسی محرکات وعوامل کارفرما ہیں۔ اور اکثر یہ سوال مسلمانوں کے سامنے چھیڑا جاتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ کام ایک خاص پلاننگ کے تحت انجام پا رہا ہے اور اس کے جواب کا مطالبہ بھی کیا جاتا ہے اور تمام باتوں کی ذمہ داری مسلمانوں کے سر تھوپی جاتی ہے۔ "الٹے چور کوتوال کو ڈانٹے" کا عینی مشاہدہ آج مسلمانوں کو کرنا پڑ رہا ہے۔ اور جبراً ان میں یہ احساس کمتری پیدا کرنے کی جد وجہد ہو رہی ہے کہ ان کا شیرازہ بکھر چکا ہے، وہ فکری کشمکش کے شکار ہو چکے ہیں، تنزل وپستی کے پورے نرغے میں ہیں، کیونکہ یہ مسلمان ایک قدیم ملت کے پیروکار ہیں لہٰذا ایسی حالت میں نہ ترقی کر سکتے ہیں اور نہ ہی زمانے کے کندھے سے کندھا ملا کر چل سکتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ دینی مسائل ہی کو حل کرنے اور اس کی گتھیوں کو سلجھانے میں ہی اپنی تمام صلاحیتیں صرف کرتے ہیں۔ نیز جہاں ان کے شیرازہ کو بکھیرنے میں ان کے مختلف مسالک وعقائد کا دخل ہے وہیں دوسری طرف ان کی مختلف قومیت گوناگوں ثقافت، قدیم وجدید کی کشمکش اور بنیاد پرستی وسیکولرزم کے جھگڑے نے ان کے معاشرے کو پارہ پارہ کر دیا ہے، مزید برآں یہ کہ یہ علم وفن میں دوسروں کے دست نگر اور اقتصادی بدحالی میں گھرے ہوئے ہیں۔

اس سوال کو کثرت سے مسلمانوں کے سامنے لانے اور

ان کی مجلسوں میں اس کو موضوع بحث بنانے کے بہت سے اسباب ہیں انھیں میں سے مسلمانوں میں اپنے بارے میں بے اعتمادی پیدا کرنا اور اسلام کی شکل کو بگاڑنا اور غیر مسلموں میں اسلام کی طرف جو رجحان ہے اس کو روکنا مقصود ہے، عالم اسلام کے مسائل پر اگر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اکثر مسائل خود مغربی طاقتوں اور سامراج کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔

سامراجیت سے قبل اسلامی معاشرہ صرف ایک اسلامی معاشرہ اور ایک خاندان تھا جس پر عربیت وعجمیت کی کوئی چھاپ، قومیت و وطنیت کا کوئی رنگ نہیں تھا۔ عربوں کو ترکوں کی حکومت قبول کرنے میں کوئی جھجک ہندوستانیوں کو مغلوں کی سلطنت سے کوئی اختلاف اور صومالیوں کو عربوں کی بادشاہت سے کسی طرح کی شکر رنجی نہیں تھی جس کی وجہ سے مسلمانوں کو باہمی پرخلوص رشتہ کی بنیاد پر ایک عالمی قوت حاصل تھی، لیکن افسوس کہ استعماری طاقت کی پرفریب سازشوں نے اس اتحادی لڑی کے ایک ایک دانے کو بکھیر کر رکھ دیا۔ نیز ملکی اور علاقائی قومیت کی فکر رائج کر دی۔ اور آج بھی اس کے آلۂ کار ایجنٹ مختلف طریقوں سے اسلام کی چولیں ہلانے اور اس کی بنیاد متزلزل کرنے کی خاطر اس نظریہ کی توسیع واشاعت میں جان توڑ کوشش کر رہے ہیں۔

آج عالم اسلام میں جو کشمکش پائی جا رہی ہے اس کا سارا الزام اسی سامراجی موقف کے سر ہے جسے عالم اسلام میں قانونی وشرعی مسائل اور وہاں کے عوام کے اغراض ومقاصد میں دخل انداز ہونے میں مزہ اور لطف آتا ہے خاص طور پر کوئی شخص اگر عالم اسلام میں پائی جانے والی تحریکات دشمن کا بنظر غائر مطالعہ کرے تو اسے مسلمانوں کی زبان وثقافت کے خلاف تحریکات دشمن کی بھرمار دیکھ کر یقین آ جائے گا۔ اور مغرب کی پشت پناہی میں مسلمانوں کی ذلت ورسوائی کا گھناؤنا منظر بھی اس کے سامنے ہوگا اور اسے یہ بھی مشاہدے میں آئے گا کہ جو لوگ ملک کے ساتھ غداری اور اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مغرب کی طرف سے انھیں کس طرح شاباشی اور مبارکباد پیش کی جاتی ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ منصب پر فائز کیا جاتا ہے اور ان کا کس طرح اعزاز ہوتا ہے۔

یہ اشکال پیدا ہو سکتا ہے کہ اس طرح کی مزاحمت اور سرکشی دیگر اقوام میں کیوں نہیں پائی جاتی جنھیں اسی طرح سامراجیت سے سابقہ پڑا جبکہ سامراج نے تمام قوموں کے ساتھ جو ان کے سامنے سرنگوں اور ان کے زیر اثر تھے ظلم و بربریت کا معاملہ کیا لیکن جس نے مسلم اکثریت واقلیت دونوں ممالک کے ساتھ سامراج کے دوطرفہ رویہ وسلوک کا مطالعہ کیا ہے۔ اسے واضح وبین فرق محسوس ہوگا کیونکہ سامراجیت سے قبل پورے عالم میں مسلمان ہی ایک عظیم طاقت کے مالک تھے اس وقت وہ اپنے بام عروج پر تھے اور ان کا ستارۂ اقبال پورے آب وتاب کے ساتھ روشن تھا جبکہ یورپ تنزل وانحطاط کے ظلمکدوں میں پڑا ہوا تھا۔ اس لئے سامراجیت کے وقت مسلمان ہی ان کے ظلم وستم کا نشانہ بنے رہے اور انھوں نے دل کھول کر اپنے سینے کی آگ بجھائی اور اس کے سارے اقدامات کئے کہ یہ عالمی طاقت دوبارہ ابھر نہ سکے اور ان کے لئے چیلنج نہ بنے، اس ظالمانہ رویہ کی اس سے زیادہ واضح کوئی دوسری شہادت نہیں ہو سکتی کہ انگریز جب ہندوستان پر قابض ہوگئے اور انھوں نے اپنا قدم جما لیا تو یہ ہدایت کی کہ تمام اونچے عہدوں پر انگریزوں کا تقرر کیا جائے گا پھر اگر ان میں سے کوئی اس منصب پر فائز ہونے والا نہ ہو تو مسلمانوں کے علاوہ دوسری کسی قوم کے لوگ اس پر متعین کئے جائیں۔

تعلیمی میدان میں ان کا رویہ پورے عالم اسلام میں جانبدارانہ اور متعصبانہ رہا۔ انھوں نے افریقہ کے مسلم اکثریت ممالک میں مسلمانوں کے اعلیٰ تعلیم کے حصول کی راہ میں طرح طرح کی کاوشیں اور دشواریاں قائم کر دیں اور اگر کوئی اعلیٰ صلاحیت کا مالک ہو بھی جاتا اور ان تمام دشواریوں کو جھیل جاتا تو اسے کسی طرح سے گرانے اور ناکام کرنے کے ہزار جتن کئے جاتے، زبانی انٹرویو میں اس کو ناکام کیا جاتا، طبی جانچ میں اس کو غیر مستحق قرار دیا جاتا، اور اس کو اعلیٰ تعلیم سے محروم کر دیا جاتا تاکہ مسلمانوں کو ذہنی اور عقلی لیاقت کے اندر گھٹیا ثابت کیا جائے اس کی متعدد مثالیں ہیں۔ انٹرویو میں مسلمانوں کی عزت وکرامت پر چوٹ لگانے والے سوالات قائم کرکے مسلم نوجوانوں کو مشتعل کرنے کی کوشش کی جاتی تاکہ وہ صحیح جواب نہ دے سکیں۔

اگر کوئی شخص سامراجی عہد کی تاریخ کا گہرا مطالعہ کرے تو اسے صاف طور پر مغربی فکر کے لیڈروں اور اس کی تقلید کے داعیوں کے سلسلہ میں یہ صراحت ملے گی کہ ان کی تقلید صرف دائرہ ثقافت وفلسفہ تک ہی محدود ومحصور رکھنے کی کوشش کی جائے بعض مفکرین کے یہاں اس کی صراحت ملتی ہے ـــ کہ ٹیکنیکل اور صنعتی ترقی کی ضرورت نہیں، مغرب کی تقلید تمدن وثقافت میں کی جائے تاکہ عالم اسلام ان سب چیزوں کے لئے مغرب کا محتاج رہے جب معمولی اور روزمرہ کی صنعت وحرفت کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے لینے کی کوشش کی گئی تو اعلیٰ پیمانے کی صنعت وحرفت کیونکر ترقی کر سکتی ہے۔

عالم اسلام میں قائم تاریخی کارخانے اور فیکٹریاں بند کر دی گئیں تاکہ زیادہ سے زیادہ یورپ کی فیکٹریوں پر بھروسہ کیا جائے موجودہ دور میں جبکہ بیشتر ترقی یافتہ ممالک ایٹمی توانائی کے مالک ہیں اگر کوئی مسلم ملک اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے تو دنیا میں شور مچ جاتا ہے اور اس کو اسلامی بم کہہ کر دنیا کو خوفزدہ کیا جاتا ہے جبکہ دسیوں ممالک ایسے بھی ہیں جہاں اس فن میں مقابلہ آرائیاں ہو رہی ہیں اور موجودہ میڈیا کی سرپرستی میں اس پر تجربات حاصل کئے جا رہے ہیں، چھوٹا سا ملک اسرائیل دفاعی ذرائع اور فیکٹریوں پر فیکٹریاں قائم کر رہا ہے لیکن کسی کو اس پر نکیر کرنے کی جرأت نہیں۔

جن مسائل میں مسلم ممالک اور موجودہ اسلامی معاشرے کی توانائیاں فنا ہو رہی ہیں اس کی پوری ذمہ داری استعماری ممالک کی تقسیم کر دینے کی سیاست کے سر ہے اس لئے کہ جس وقت یہ ممالک ایک دوسرے سے الگ ہوئے اور مختلف حصوں میں بٹنے لگے تو ان کے درمیان متنازعہ فیہ سرحدیں قائم کر دی گئیں، بعض مسلم علاقے اپنے مرکزی ملک سے الگ کرکے کسی غیر مسلم ملک میں ضم کر دیئے گئے اس ظالمانہ حد بندی اور معاندانہ نقشہ سازی کے نتیجہ میں یہ سرکشی اور جنگ ختم نہیں ہو رہی ہے اور وہ علاقے برابر انتشار وخلفشار کے

جال میں پھنسے ہوئے ہیں، اس کشمکش کو قائم رکھنے کے لئے مغرب آپس میں دست وگریباں جماعتوں اور قوموں سے اپنا رابطہ قائم رکھتے ہوئے اسلحہ کے ذریعہ ان کی مدد بھی کرتا ہے تاکہ یہ معمہ حل نہ ہونے پائے آج عالم اسلام کے نقشہ کے تحت آنے والے تمام ہی ممالک اسی نازک مرحلے سے گزر رہے ہیں اور ایسے ممالک کی تعداد نسبتاً دنیا کے دیگر ممالک کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔

تناؤ اور ٹکراؤ اکثر قانونی حق سے محرومی اور حق تلفی کے سبب پیدا ہوتا ہے اور یہ ایک فطری بات ہے حق تلفی اور محرومی کے شکار جو طبقات ہوتے ہیں ان میں حق سلب کرنے والوں کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور پھر ایک دور ایسا آتا ہے جب وہ طاقت استعمال کرنے لگتے ہیں، علم نفسیات وسماجیات کے ماہرین اکثر کشمکش کا سبب ذہنی گھٹن اور محرومی کے احساس کو مانتے ہیں آج نفسیاتی وجنسی آزادی کے لئے عالمی کانفرنسیں منعقد کی جا رہی ہیں اور انسان کی آزادی کی تحریکیں چل رہی ہیں لیکن مسلمان خود اپنے ممالک میں جس گھٹن اور قید کی زندگی گزار رہے ہیں اس کی ان کو کچھ بھی فکر نہیں ہے، بلکہ مزید اس میں اضافہ کے خواہاں ہیں، مسلمانوں پر طرح طرح کے قوانین لاگو کئے جا رہے ہیں جو ان کی طبیعت ومزاج کے یکسر خلاف ہیں ایسی صورت میں یہ کشمکش اور یہ جنگ کیونکر نہ پیدا ہو، غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سارے ممالک غیر طبعی حالات میں مبتلا ہیں جو سامراج کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور ان کو ایسے اقدامات پر مجبور کیا جا رہا ہے جو ان کی تاریخ کے مزاج اور ذوق کے خلاف ہیں، یہ سلسلہ ان کے سیاسی زوال سے جاری ہے۔

مسلم ممالک میں پاکیزہ نفوس افراد کی کمی نہیں ہے جنہیں خیر سے محبت ہے اور جن کی آخری تمنا یہ ہے کہ خیر کا پیغام ہر جگہ عام ہو، جن کا ضمیر مردہ نہیں ہوا ہے اور جو دنیا کی لالچ سے بلند ہیں اور جنہیں شر سے نفرت وبغض ہے اور ان کی اس سلسلہ میں آخری خواہش یہ ہے کہ شر وفساد کا یکسر خاتمہ ہو جائے اور وہ طاغوت کے سامنے جھکنے والے نہیں، وہ موت سے ڈرتے نہیں، وہ مال کی محبت سے پاک ہیں، وہ حق کے متلاشی ہی نہیں حق کو قائم کرنے کا جذبہ بھی رکھتے ہیں اور مقررہ تعلیم کی روشنی میں چلنے والے اپنی لیاقت وصلاحیت میں راسخ العلم اپنی درستگی کے اعتبار سے قوی الایمان اور کامل الیقین ہیں، مصائب وشدائد ان کے ایمان میں کچھ فرق پیدا نہیں کر سکتے خواہ کتنے ہی شدید ہوں اور جب کبھی بھی مغربی تمدن کی خرابیاں سر اٹھاتی ہیں اور اس کے نقصانات سامنے آتے ہیں، تو ان کے ایمان وعزیمت کے سمندر میں موج بلند اور نہنگ حوصلہ مند پیدا ہو جاتا ہے، فدائیت وفنائیت کا جذبہ انگڑائیاں لینے لگتا ہے۔ یہ حالات کا رخ بدلنے فساد کو مٹانے میں کوشاں رہتے ہیں اور ہر حال میں کوشاں رہیں گے۔ اس طرح یہ کشمکش جاری رہے گی۔ ان کی یہ کوشش ہے کہ امت مسلمہ اس غار مذلت سے نکل جائے جس میں وہ سامراجیت اور اس کے بعد مغرب کے ہمنوا حکمرانوں، اس کی ثقافت وعقائد کے دم بھرنے والوں کے عہد میں گر گئی تھی، وہ اعلیٰ قدروں کی اتباع زندگی میں پاکیزگی وپاکدامنی پیدا کرنے کی دعوت دیتے ہیں لیکن اس کے نتیجہ میں انھیں پابندیوں سے جکڑا جاتا ہے۔ نقل وحرکت سے روکا جاتا ہے ان کے منہ بند کئے جاتے ہیں۔ جبکہ وہ لوگوں کے لئے رشد وفلاح اور خیر وصلاح کے سوا کچھ نہیں چاہتے اور نہ وہ دشمنوں سے انتقام کا جذبہ رکھتے ہیں اور نہ ہی ان کا برا چاہتے ہیں لیکن آج انہیں کو دہشت گرد بنیاد پرست اور تہذیب وثقافت کا دشمن قرار دیا جا رہا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

پندرہ روزہ تعمیر حیات ایک تحریک ہے، اس کی توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔

اعلیٰ تعمیر۔ پرفضا مقام
Twin CONSTRUCTIONS
BUILDERS & DEVELOPERS
بہترین جائے وقوع
اعلیٰ معیاری ماحول اور اعلیٰ ذوق کے افراد کے لئے
تین بلڈنگوں پر مشتمل آفسوں اور دوکانوں کے لئے
تشریف لائیے
انٹرنیشنل ایرپورٹ سے قریب جدید طرز اور گلاس لفٹ گیرانائٹ اور جدید انداز پر مشتمل ہے۔ تعمیری کام تیزی سے جاری ہے۔
آیئے
اور ٹوان کنسٹرکشن کمپنی کی پیش کش قبول کیجئے ——
Regd. Office :
Twin Complex Phase I, Office No. 201, Opp. Marol Fire Brigade,
Marol Maroshi Road, Andheri (E), Bombay - 400 059.
Tel. : 837 3203 / 839 1150 / 839 3321 / 839 4227. Fax :91-22- 839 1563

استاذِ محترم مولانا محمد اسحاق صاحب صدیقی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی کی خبر وفات ندوہ میں تاخیر سے پہونچی، اسی زمانہ میں ناظر کتب خانہ مولانا مرتضیٰ صاحب کا انتقال ہوا، دو صدمے ایک ساتھ پیش آئے۔ اس طرح مولانا محمد اسحاق صاحب پر اظہار تاثر کو کچھ تاخیر ہوئی، تعمیر حیات دونوں پر اہل تعلق کا تاثر دے رہا ہے۔

ادارہ

برصغیر ہند وپاک کے معروف ومشہور عالم دین، مصنف، استاذ اور داعی دین وصلاح مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی صدیقی نے گزشتہ دنوں پاکستان میں رحلت کی "اِنّا لِلّٰہ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُون" ان کی وفات کی خبر ندوہ میں عرب ممالک کے ایک ذریعہ سے تاخیر سے پہونچی، جس نے تمام اہل تعلق وقدردانوں کو ملول ورنجیدہ بنایا، یہ سانحہ علم ودین کا خسارہ ہے اس خبر سے ہم سب کے دلوں میں ان دنوں کی یادیں گھوم گئیں جب مولانا رحمۃ اللہ علیہ ندوہ میں تھے اور درس وافادہ سے مستفید کر رہے تھے مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم ندوۃ العلماء میں دو دہائیوں سے زیادہ تعلیم وتدریس میں وقت گزارا ہے اس طرح سیکڑوں طلبہ نے ان سے فائدہ اٹھایا ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ لکھنؤ سے ۵۲ کلومیٹر مغرب میں واقع شہر سندیلہ کے رہنے والے تھے یہ قصبہ متعدد دانشوروں، اہل علم واہل قلم کا وطن ہونے کی وجہ سے معروف ہے، یہ تو اسکی شہرت اہل علم کے درمیان اور عام لوگوں میں اس کی شہرت لڈوؤں کی وجہ سے رہی ہے جو اب کم ہوگیا ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد سندیلہ کے ایک معزز صدیقی خاندان کے فرد تھے اور پولیس کے ایک بڑے عہدہ پر فائز رہے تھے، دینی جذبہ رکھتے تھے، اپنے بڑے صاحبزادہ کو دینی تعلیم کی طرف لگایا، مولانا مرحوم نے کچھ مدت مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں اور ندوہ میں پھر پرائیویٹ طریقہ سے تعلیم حاصل کی، ندوہ میں ایک مدت تک استاذ رہے، دہیں مولانا مرحوم سے مجھ کو بھی شرف تلمذ حاصل ہوا ہے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے میری باقاعدہ ملاقات اور شرف تلمذ کا آغاز دار العلوم ندوۃ العلماء کے ایک درجہ میں قرآن مجید کے درس میں ہوا، میں درجہ میں مولانا کے درس میں شریک ہوتا تھا، ایک روز میں ایسا کرتا پہنے تھا جس کی آستینیں ہاف تھیں یہ وہ زمانہ تھا کہ جنگ عظیم کے بعد کی گرانی اور اشیاء کی قلت کی وجہ سے کپڑا بھی کنٹرول سے ملتا تھا، آدمی کے پاس جو بھی کپڑا ہوتا اسکی حفاظت کرتا تھا خواہ وہ کچھ ناقص ہی ہو بہرحال مولانا نے سبق کے بعد مجھے ٹوکا کہ تم کیسے ایسا کرتا پہنتے ہو یہ تمہارے لئے مناسب نہیں، مجھے اس نصیحت سے فائدہ ہوا، اور پھر اس کے بعد ہاف آستین کا کرتا استعمال نہیں کیا اس واقعہ سے میرے دل میں مولانا کی عزت بڑھی اور میں ان کو قریب سے پہچاننے لگا چند برسوں کے بعد تعلیم سے فراغت کر کے ندوہ میں مدرسی کی سعادت حاصل ہوئی تو ضابطہ میں اگرچہ میں اس دائرہ میں داخل ہوا تھا جو ان کا دائرہ عمل تھا لیکن مولانا میرے استاذ تھے اور میں ان کے اس منصب ومقام کو سمجھتا اور لحاظ کرتا رہا اور مولانا کی شفقت بھی اسی طرح قائم رہی، میں برابر ان سے مانوس رہا اور وہ بھی اپنے دینی وعلمی افادات سے وقتاً فوقتاً نوازتے تھے، وہ ایک طرف عالم دین تھے اور دوسری طرف دین کے جوشیلے حامی ومدافع تھے انہوں نے دینی جذبہ سے بھوپال میں رہ کر وہاں کے فوجی اسکول سے فوجی ٹریننگ لی تھی اور اس کے لئے وقت صرف کیا تھا، چنانچہ وہ اسکول میں رائج طریقہ سے جسمانی ٹریننگ لینے پر زور دیتے اور کبھی کبھی اسکی نگرانی بھی کرتے، وہ دین کی خاطر جان تک کی قربانی دینے کے جذبہ کا اظہار بھی کرتے تھے۔

مولانا مرحوم کا اصل موضوع اصلاحی دینی مضامین کا تھا، لیکن اس کے ساتھ انگریزی جاننے کی وجہ سے جدید فلسفہ اور نفسیات کا بھی مطالعہ کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے "اسلامی سیاست وحکومت" پر ایک کتاب تیار کی تھی، جس میں علامہ سید سلیمان ندوی کی رہنمائی اور مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کے مشورے بھی شامل تھے، اس کے علاوہ مولانا مرحوم نے ایک کتاب قرآن مجید کے مضامین میں آئی ہوئی نفسیاتی جھلکیوں کو بیان کرنے کی کوشش کی تھی، مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے شفقت کی بنا پر مجھ کو اس کا مسودہ برائے مطالعہ عنایت فرمایا تھا، مجھے وہ کتاب بہت اچھی اور قیمتی معلوم ہوئی لیکن میں نے پھر وہ کتاب نہیں دیکھی غالباً وہ زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکی

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیت پر بھی ایک مختصر کتاب تصنیف کی تھی جو ان کے ندوۃ العلماء میں رہنے کے دوران انکے بعض شاگردوں نے طبع کرائی تھی۔

مولانا تدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف کا سلسلہ برابر قائم رکھتے تھے اور اس میں ان کا طرز تحقیقی تھا، دینی تحقیق سے وہ بعض ایسے گوشے ابھارتے تھے جو عموماً نظروں سے مخفی رہ گئے ہوتے یا جدید تحقیقات کی رو سے صحیح اور ضروری معلومات میں وہ قیمتی اضافہ کا

باعث ہوتے اس بحث و غور و فکر میں ان کا ذہن اس بات کی طرف ذرا غلو کے ساتھ چلا گیا کہ تاریخ اسلام میں متعدد ایسے حوادث پیش آئے جنمیں بعض شیعہ افراد کی طرف سے امت مسلمہ کی بدخواہی نمایاں تھی اور اسی بدخواہی کے سبب سے بعض سنگین واقعات پیش آئے مولانا کا یہ احساس بتدریج بڑھا اور اس کو انہوں نے ذرا زیادہ وسعت کے ساتھ استعمال کیا۔

اس سلسلہ میں مولانا مرحوم کی حس اتنی بڑھ گئی کہ وہ تاریخ کے متعدد واقعات کی بنیاد پر بعض ایسی شخصیتوں پر بھی شیعی ذہن کا اثر دکھانے کی کوشش کرتے جن کے بارے میں اکثر کا اتفاق ہے کہ وہ شیعی ذہن کے نہیں ہیں۔ مولانا مرحوم کا یہ غلو ان کی دینی حمیت کی بنا پر تھا اور یہ خصوصاً ان کے پاکستان منتقل ہونے کے بعد زیادہ بڑھا تھا۔ اندازہ یہ ہے کہ پاکستان کے اس وقت کے حالات نے اس میں مہمیز کا کام کیا تھا اور اس ذہن میں غلو پیدا کر دیا تھا۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۷۱ء میں پاکستان منتقل ہوئے ان کے منتقل ہونے سے قبل ان کے سب اعزہ منتقل ہو چکے تھے، پھر ان کے دینی رجحان اور امت مسلمہ کی خدمت کے جذبہ نے ان کے اندر مسلم ملک میں منتقل ہونے کا تقاضا پیدا کیا، لیکن وہاں رہنے کے بعد ان کو احساس ہوا کہ وہ جس توقع سے وہاں گئے تھے وہ پوری نہیں ہوئی، درمیان درمیان میں وہ ہندوستان آتے اور اپنے رفقاء و شاگردوں سے ملتے اور اس طرح پرانی یادیں تازہ ہو جاتی تھیں، مولانا مرحوم خوش اخلاق اور بے تکلف مزاج کے تھے اسلئے ان کے تعلقات بھی وسیع تھے۔

ندوۃ العلماء میں مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دینیات کے مضامین کے ساتھ علوم اجتماعیہ کے بھی بعض مضامین تھے مثلاً معاشیات کا مضمون اور سیاسیات کے اسباق کے مضامین، ترجمہ و تفسیر قرآن کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں اس کے علاوہ حدیث شریف کے بھی اسباق تھے کئی سال تک انہوں نے بخاری شریف کا بھی درس دیا،

ان پر آخر میں مہتمم کی ذمہ داری ڈالی گئی، جس سے انہوں نے ۱۹۶۹ء میں علیحدگی اختیار کر لی اور اس کے تقریباً دو سال کے بعد پاکستان تشریف لے گئے تھے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ کئی برس تک بڑے طلباء کی بورڈنگ کے نگراں بھی رہے، وہ دینی جلسوں میں بھی جاتے اور تقریر و وعظ بھی کہتے تھے، وہ حضرت تھانویؒ کے خلفاء کے مسترشدین میں تھے، انہوں نے اپنی عملی زندگی میں دینی اثر و کیفیت اس راہ سے پیدا کی تھی اور اپنے طلباء کو اسی صلاح و تدین کی طرف راغب کرتے تھے۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے طبابت کا علم بھی حاصل کیا تھا۔ ممکن ہے کہ انہوں نے شروع میں مطب بھی کیا ہو کیونکہ ان کے نام کے شروع میں حکیم کا لفظ بھی وابستہ کیا جاتا تھا جو انہوں نے بعد میں باقی نہیں رکھا، وہ نبض بھی دیکھتے تھے اور جہاں تک میرا اندازہ ہے ان کو نبض پہچاننے کی کافی حد تک مشق تھی جو صرف حاذق اطباء کو ہوا کرتی ہے

۱۹۴۷ء کے انقلابی حالات کے اثر سے مسلمان رہنمایان ملت کو یہ احساس ہو چلا تھا کہ اس ملک میں اسلام کی بقاء کے لئے جو مسلمانوں کے بقاء کے لئے ضروری ہے دعوت و تبلیغ کا کام علمی انداز میں غیر مسلموں میں بھی کرنا چاہئے اس کے سلسلے میں مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی نے ایک مجلس، مجلس اشاعت کے نام سے قائم کی تھی، جسمیں مولانا اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف یہ کہ معاون تھے بلکہ وہ کچھ مدت کے لئے اس مجلس کے ناظم بنے اور اس کے لئے کام انجام دیئے، انکی نظامت میں مجلس نے ہندی و انگریزی میں متعدد مؤثر خطبات شائع کئے یہ کام ایک مدت تک ہوتا رہا اور اس سے فائدہ پہونچا۔

مولانا نے اپنے پیچھے بہت سی یادیں چھوڑیں جو ان کے محبین و تلامذہ کا یہ احساس بڑھاتی ہیں ان کی وفات ملت اسلامیہ ہندیہ کے لئے ایک خسارہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور لغزشوں کو معاف کرے اور اپنے قرب میں جگہ دے (آمین)

ناشر حضرات توجہ دیں

جو ناشر حضرات، اشاعتی ادارے یا ادیب و شاعر اپنی کتابیں تبصرہ کے لئے ہمیں روانہ کرتے ہیں وہ اس کا ضرور خیال رکھا کریں۔

(۱) کتاب زیادہ سے زیادہ ایک سال کے عرصہ کے دوران شائع ہوئی ہو، زیادہ پرانی کتابوں پر تبصرہ ممکن نہیں ہے۔

(۲) چند صفحات پر مشتمل پمفلٹ قسم کی کتابیں بھیجنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے، نہ ہی تبصرہ نگار کے پاس وقت ہے اور نہ ہی تعمیر حیات کے صفحات میں اس کی گنجائش ہے۔

اساتذہ کی ضرورت

جامعہ اسلامیہ مظفر پور، قلندر پور، ضلع اعظم گڈھ۔ یو پی۔ مدرسہ ھذا کے لئے درج ذیل مضامین پڑھانے کے لئے لائق و باصلاحیت اساتذہ کی ضرورت ہے۔

۱۔ فقہ اور حدیث کے لئے	دو۲ استاد	۲۔ عربی ادب کے لئے	ایک استاد
۳۔ شعبۂ تجوید کے لئے	دو۲ قاری	۴۔ درجات حفظ کے لئے	دو۲ حفاظ

۵۔ ایک خوش نویس (کاتب)

مذکورہ امور کے لئے خواہش مند حضرات اواخر رجب تک اپنی درخواستیں مع ضروری کاغذات (اسناد وغیرہ کے فوٹو) بھیج دیں، تعلیمی تجربات کا تذکرہ ضرور کر دیں۔ مشاہرہ کی اطلاع تعیین کے بعد ہی ہو سکے گی۔

شریعت کے ازدواجی قوانین میں

عورتوں کے حقوق

مولانا محمد برہان الدین سنبھلی

انسان کی فطری ضرورتوں اور طبعی تقاضوں میں سب سے اہم یا اہم ترین میں سے ایک۔ وہ تقاضا ہے جس کی تکمیل ازدواجی رشتہ سے ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس جیسے اہم تقاضے کی طرف سے کوئی معمولی سا قوانین کا مجموعہ بھی صرف نظر نہیں کر سکتا۔ چہ جائے کہ احکم الحاکمین کی طرف سے عطا کردہ وہ دستور، جو پوری انسانیت اور اس کے ہر ہر تقاضے کی رعایت اپنے اندر لئے ہوئے ہے، وہ بھلا کس طرح اسے نظر انداز کر سکتا ہے۔ (اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ)۔

خداوندی قانون میں اس تقاضہ کو کتنی اہمیت دی گئی ہے؟ اس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اور کسی انسانی شخصی و عملی، ضرورت کے لئے اتنے مفصل اور واضح احکام و ہدایات قرآن و سنت میں نہیں ملتے جتنے اس کے بارے میں ملتے ہیں (چنانچہ قرآن مجید کی چھ سورتوں۔ بقرہ، نساء، نور، احزاب، ممتحنہ اور طلاق کی تقریباً چالیس آیتوں میں عائلی قوانین و ہدایات دی گئی ہیں اور ان احادیث نبویہ کا تو شمار ہی مشکل ہے جن میں ایسی ہدایات ہیں پھر فرائض و واجبات یعنی قانونی حیثیت رکھنے والے امور کا اظہار و بیان پر ہی مشتمل وہ ہدایات نہیں ہیں بلکہ مستحبات و مندوبات (ترجیحی اور نسبتہً بہتر پہلوؤں) کی نشاندہی بھی ان میں بکثرت موجود ہے۔ یہ بجائے خود اس موضوع کی اہمیت اور عند اللہ مطلوبیت کی مستقل دلیل ہے۔

یہاں ان سب کا احاطہ نہ مقصود ہے اور نہ آسان کیونکہ ان کی تفصیلات کا احاطہ، کوئی مقالہ نہیں ضخیم کتاب ہی کر سکتی ہے۔ بحمداللہ اس موضوع پر متعدد مفید کتابیں موجود ہیں، راقم سطور کی کتاب 'معاشرتی مسائل' بھی اسی طرح کے موضوع پر عرصہ ہوا سامنے آ چکی ہے (جس کے متعدد ایڈیشن مجلس تحقیقات و نشریات اسلام "ندوۃ العلماء" لکھنؤ سے شائع ہو چکے ہیں) بلکہ صرف ازدواجی رشتہ قائم ہو جانے کے بعد اسے خوشگوار طریقہ اور بہتر طور پر نباہنے کے لئے جو ہدایات و تعلیمات قرآن و سنت میں ہمیں ملتی ہیں۔ ان کا مختصر تذکرہ اس وقت پیش نظر ہے۔

اس حقیقت سے انکار آج بھی ممکن نہیں کہ اس رشتہ (یا عقد و معاہدہ) میں ایک فریق فطری طور پر کمزور و نازک ہوتا ہے (اس صنف کی نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے حدیث نبویؐ میں اسے 'قواریر' (آبگینہ) کہا گیا ہے۔ (دیکھئے بخاری ج ۲ ص ۹۱۰ مسلم ج ۲ ص ۲۵۵) دوسرا نسبتہً مختلف اعتبارات سے مضبوط اور طاقتور، اور سب جانتے ہیں کہ طاقتور کا کمزور کو حق دینا۔ حیوانی طبیعت کے مطابق۔ آسان نہیں ہوتا، جو بھی باخبر شخص بھی اسلامی تعلیمات و ہدایات کا گہری نظر سے مطالعہ کرے گا اس کے سامنے یہ حقیقت آ جائے گی کہ دونوں کے فطری فرق کی پوری پوری اس میں رعایت کی گئی ہے۔ لیکن کسی صنف یا مجموعہ کی رعایت پر مشتمل قوانین و ہدایات کا تنہا مرتب و معلوم ہو جانا پورے قانونی حقوق دلانے کے لئے عموماً کافی نہیں ہوا کرتا جس کی سب سے نمایاں اور واقعاتی مثال اقلیتوں کے حقوق ہیں کہ اگرچہ بہت سے ملکوں کے دستور انھیں برابر کے حقوق دیتے ہیں، مگر عملاً کیا ہوتا ہے؟ اسے بتلانے کی ضرورت نہیں!

وجہ ظاہر ہے کہ اپنی ذات پر جبر کر کے یا نقصان اٹھا کر ضعیف کی رعایت کرنے پر آسانی سے طبیعت آمادہ نہیں ہوتی، جب تک کسی کا خوف یا کوئی لالچ نہ ہو۔ دنیاوی قوانین۔ بالخصوص ایسے قوانین کہ جن پر عمل کرنے میں مادی نقصان یا طبیعت پر جبر ہوتا ہو۔ عمل پر آمادہ کرنے میں بالکل ناکام ہو چکے ہیں۔ خاص طور پر ایسی شکل میں جہاں قانونی چارہ جوئی اور مظلوم کی دادرسی کا امکان بھی بہت کم ہو، اور یقیناً زوجین کے حقوق و معاملات اصلاً اکثر ایسے ہی ہوتے ہیں جن کا کسی بھی غیر کے سامنے بیان کرنا تک باعث ننگ، بلکہ بسا اوقات تباہ کن، بالخصوص عورت کے حق میں ہوتا ہے، تو بجز خوف خداوندی کے اور کوئی ایسا مؤثر عامل نہیں ہے، جو کسی کا حق دینے پر۔ طبیعت کے نہ چاہنے بلکہ بار خاطر ہونے اور مادی نقصان کی صورت میں بھی، طاقتور کو مجبور کر سکے۔

غالباً اسی وجہ سے رشتہ ازدواج کے انعقاد۔ یعنی نکاح کے وقت جو خطبہ (اتباع سنت میں) پڑھا جاتا ہے اس میں قرآن مجید کی وہ تین آیتیں پڑھنا مسنون ہے جن میں "تقویٰ" (یعنی خوف خدا کا نیز اس کے بتائے ہوئے قوانین کی خلاف ورزی سے بچنے کا حکم ہے) اور ان میں جو آیت سب سے پہلے پڑھی جاتی ہے (یَا اَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَۃٍ) اس کے اندر تو خوف خدا کے حکم کے ساتھ یہ بات بھی بتا دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت دونوں کو ایک ہی نفس سے پیدا کیا ہے جس کا تقاضہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک، انسان ہونے کے لحاظ سے برابر ہے (یعنی قوت و ضعف کے فرق کے باوجود) اس لئے کسی کو کمتر سمجھنا نہ صرف ظلم بلکہ خلاف حقیقت اور انسانیت سے بعید ہوگا۔

یہ طبعی بات ہے کہ نازک چیز یا جسم کے نازک حصہ کی رعایت سب سے زیادہ ہوتی ہے مثلاً اس سے کوئی ایسا کام متعلق نہیں کیا جاتا جو اس کے لئے ضعف و نزاکت کی بنا پر ناقابل تحمل ہو، سچ پوچھئے........

تو عورت کو حجاب کا حکم دینے میں اسی وصف نزاکت کی رعایت ہی مقصود ہے۔ کیوں کہ نازک اور قابل احترام چیز کی رعایت و حفاظت زیادہ کی جاتی ہے، اگر عورت واقعی حقیقت شناس ہو اور اپنی قدر پہچان لینے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ تو اس کے نزدیک سب سے بہتر چیز" جانب کی نگاہوں سے اپنی حفاظت ہوگی" جیسا کہ خاتون جنت (یعنی جنتی عورتوں کی سردار) حضرت فاطمہؓ نے اپنے والد معظم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس سوال کے جواب میں کہ عورت کے لئے سب سے بہتر چیز کیا ہے؟ فرمایا تھا" نہ وہ کسی اجنبی مرد کو دیکھے اور نہ اسے کوئی اجنبی مرد دیکھے"

اس لئے شریعت نے کوئی ایسی ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی جو اصل فطرت کے لحاظ سے اس پر بار ہو، چنانچہ شریعت نے اس پر نفقہ کی (خود عورت کے اپنے نفقہ کی بھی) ذمہ داری عام حالات میں نہیں ڈالی، اس بارے میں شریعت کا قانون یہ ہے کہ عورت کا۔ شادی سے قبل۔ نفقہ اس کے والد پر ہے، والد نہ ہونے یا اخراجات برداشت کرنے کے لائق نہ ہونے کی صورت میں، حسب اصول وراثت دادا، چچا، بھائیوں وغیرہ پر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس عورت کی وفات کی صورت میں جس وارث کو شرعی طور پر جتنا حصہ مل سکتا ہے اسی نسبت کے بقدر اس عورت کے (موجودہ شکل میں) متوقع وارث پر اخراجات لازم ہوں گے (شامی ج ۲ ص ۹۲۰) اس سے شریعت کے ایک اور حکیمانہ اصول کا پتہ چلتا ہے کہ اس میں منافع کو ذمہ داریوں کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے شادی کے بعد شوہر پر، شوہر سے علیحدگی کی صورت میں بھی عدت کے درمیان پورے اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں، یہاں تک کہ اگر بیوی کھانا پکانے کی عادی نہ ہو تو پکا پکایا کھانا مہیا کرنا شوہر کے ذمہ ہوگا۔ یا باورچی کا انتظام کرنا ہوگا۔ اور شیر خوار بچہ کی موجودگی میں عدت کے بعد بھی جب تک بچہ کا دودھ نہ چھوٹے تو اس کے اور بچے کے اخراجات شوہر کے ذمہ ہیں۔ بچے کا دودھ چھوٹنے کے بعد بھی اس کی پرورش کرنے کی وجہ سے اگر وہ کسی دوسرے مرد سے شادی نہیں کرتی اور بچہ کی پرورش میں مشغول رہتی ہے تو پوری مدت کے درمیان (جو لڑکے کے لئے تقریباً سات سال اور لڑکی کے لئے بلوغ تک ہے) اس کا اور بچہ کا خرچ بچہ کے باپ کے ذمہ رہے گا، مزید یہ کہ باپ، بچہ کی ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کر سکتا (احکام القرآن للجصاص جلد ۱ ص ۴۰۶) الا یہ کہ بچہ کی جان یا صحت کو خطرہ ہو، اگر ماں دودھ پلانے پر راضی نہ ہو تو باپ کو دوسری دودھ پلانے والی عورت کا انتظام کرنا پڑے گا (اگر وہ خوشحال ہو) عدت کے بعد اولاد پر اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں پھر شادی سے قبل کی طرح والد یا دیگر قریبی رشتہ داروں پر ہے۔ اور جن لوگوں پر عورت کے اخراجات لازم کئے گئے ہیں وہ محض رضا کارانہ نہیں بلکہ قانونی طور پر واجب ہیں۔ یعنی اس کے لئے ان لوگوں کو مجبور کیا جائے اور قانوناً ان سے دلوایا جائے گا۔ شوہر اگر خوشحال ہے تو اس کی حیثیت کے مطابق بیوی کو اخراجات دلوائے جائیں گے اور (عورت کو بعض شکلوں میں) ان کی طرف سے حکومت قرض بھی دلوا سکتی ہے۔ بدقسمتی سے اگر عورت کے رشتہ دار بھی نہ ہوں (یا اس لائق نہ ہوں) نیز اور بھی کوئی ذریعۂ معاش نہ ہو تو پھر اس کے نفقہ کی ذمہ داری حکومت وقت پر ہے (شرعی حکومت نہ ہونے کی صورت میں جماعت مسلمین اس کی قائم مقام ہوتی ہے)

خلاصہ یہ کہ عورت کو اپنی ضروریات زندگی کے واسطے کمانے کی محنت و مشقت سے ہمیشہ کے لئے بچایا۔ اور اس کا تکفل اکثر کسی نہ کسی مرد کے ذمہ کر دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ بھی "آبگینہ" کی رعایت کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔ یہیں سے ترکہ میں عورت کا حصہ مرد کے حصہ سے (اکثر عورتوں میں) کم ہونے کی حکمت بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ عورت پر عام و نارمل حالات میں ایسی کوئی مالی ذمہ داری شرعاً عائد ہی نہیں ہوتی کہ وہ خرچ کرنے پر مجبور رہو، مزید برآں مرد کے خلاف، عورت کو نکاح کرنے کی صورت میں مہر بھی ملتا ہے۔ جو اکثر خطیر رقم ہوتی ہے۔ اور اس کے تمام اخراجات کی ذمہ داری شوہر ہی پر ہوتی ہے اس طرح عورت ترکہ میں حصہ بظاہر کم پانے کے باوجود زیادہ کی مالک بن جاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی عورت ایک لڑکا اور ایک لڑکی وارث چھوڑ جائے اور تیس ہزار روپیہ کا ترکہ تو لڑکے کو بیس ہزار اور لڑکی کو دس ہزار روپئے ملیں گے پھر اس کے بعد اگر لڑکا اور لڑکی دونوں شادی کریں، اور فرض کیجئے ہر ایک کا مہر دس دس ہزار روپیہ مقرر ہوا تو لڑکے کے پاس مہر کی رقم نکالنے کے بعد دس ہزار روپیہ رہ جائیں گے اور لڑکی کو شوہر کی طرف سے مہر کی رقم مل جانے کے بعد اس کے پاس بیس ہزار روپیہ ہو جائیں گے۔ مزید یہ کہ لڑکے کو اپنے ذاتی اخراجات کے ساتھ اپنی بیوی کے اخراجات بھی اٹھانا ہوں گے۔ اور لڑکی پر کوئی خرچ نہیں خود اس کا اپنا بھی نہیں، کیونکہ وہ بھی اس کے شوہر کے ذمہ ہوگا، اس طرح عورت، ترکہ میں حصہ ابتداءً کم پانے کے باوجود۔ بالآخر زیادہ مال کی مالک ہو جاتی ہے۔ جو فی الواقع اس کے بینک بیلنس بڑھانے کا ہی ذریعہ ہوگا۔ کسی حقیقی ضرورت پر خرچ کی نوبت شاید ہی آسکے گی! پھر عورت اسلامی شریعت کے مطابق شادی سے قبل کی طرح شادی کے بعد بھی نہ صرف اپنے والدین (اور بعض صورتوں میں بھائی بہن وغیرہ) کے ترکہ میں شریک ہوتی ہے۔ بلکہ اپنے شوہر اور اولاد کی میراث میں بھی حصہ پانے کی مستحق ہوتی ہے اسی بنا پر بہت سے حقیقت پسند اور منصف مزاج باخبر غیر مسلم مفکرین بھی یہ اعتراف کرنے پر مجبور ہوئے کہ "اسلامی قوانین میں عورتوں کو جتنے حقوق دیئے گئے ہیں وہ کسی بھی قانون میں نہیں دیئے گئے" (حوالہ کے لئے دیکھئے اجلاس احمد آباد اکتوبر ۱۹۹۵ء میں پڑھا گیا۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کا خطبۂ صدارت)

لیکن تعجب ہے کہ ان شرعی قوانین کو جن میں عورتوں کے اتنے حقوق اور رعایتیں دی گئی ہیں جو کسی بھی ملکی یا مذہبی قوانین میں نہیں دیئے گئے ہیں۔ حقوق نسواں کی پامالی کرنے والا ٹھہرایا اور کہا جا رہا ہے اور اس کے مقابلہ میں ایسی تہذیب و معاشرت کو عورت کے حقوق کا نگہبان اور ان کی عزت افزائی کرنے والا قرار دیا جا رہا ہے جس نے اسے پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے بسوں کی کنڈکٹر اور دکانوں کی سیل گرل ہی نہیں بنایا بلکہ "کال گرل" جیسی لعنت میں گرفتار کیا۔ اور مردوں کی تفریح طبع کے لئے بے پردہ کرا کے اسے شمع انجمن بنایا اور جس کی برہنہ اور نیم برہنہ تصویروں کو بازاری سامان کی طرح ہر گلی کوچے میں نیلام ہی نہیں،

رسوا کیا جا رہا ہے۔ اس کے باوجود یہ تہذیب عورت کی محسن و خیر خواہ ہے! ؏

خرد کا نام جنوں رکھ لیا جنوں کا خرد

عورت کی صنفی رعایت ہی کا احترام و لحاظ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مردوں کو خاص طور پر حکم دیا ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ (سورۃ النساء آیت ۱۹) یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر طریقہ پر زندگی گذارو اور اللہ کی کتاب کے اسی کی طرف سے شرح و تفصیل کرنے والے سچے رسولؐ نے حسن معاشرت کا قولی ہی نہیں عملی طور پر نمونہ پیش کیا جس سے زیادہ بہتر کا تصور کرنا بھی مشکل ہے۔ سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اس سلسلہ کے یہاں چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، گھر کے کام کاج میں ازواج کا ہاتھ بٹاتے تھے: اس کی تشریح زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہؓ نے (ان سے زیادہ گھریلو زندگی کے بارے میں معتبر یا کسی اور کی شہادت نہیں ہو سکتی) یہ فرمائی کہ "آپ اپنے کپڑے صاف کر لیتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے، کپڑے خود سی لیتے، چپل درست کر لیتے، اور ڈول کی مرمت کر لیتے تھے آپؐ نے اپنی زوجۂ مطہرہ حضرت عائشہؓ کی دلجوئی کی خاطر ان کے ساتھ بھاگ دوڑ میں مقابلہ بھی کیا۔ اور ان کی کم عمری کی وجہ سے انھیں سہیلیوں کے ساتھ کھیلنے کی پوری آزادی دے رکھی تھی، آپؐ کا کریمانہ برتاؤ صرف حضرت عائشہؓ کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھا بلکہ ایسا ہی برتاؤ کم و بیش تمام ازواج کے ساتھ تھا۔ بیوی کے ساتھ رعایت اور حسن سلوک کا آخری درجہ یہ ہے کہ اس کی وفات کے بعد بھی خیال رکھا جائے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجۂ اولی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات کے بعد انہیں برابر یاد فرماتے۔ ان کے حق میں دعائے خیر کرتے اور یہ معمول بھی تھا کہ کبھی بکری ذبح کرکے اس کے گوشت کی بڑی مقدار ان مرحومہ (رضی اللہ عنہا) کی سہیلیوں کو بھجواتے" اسی بنا پر ازواج مطہرات کا متفقہ فیصلہ تھا کہ آپؐ بحیثیت بہترین شوہر کے بھی "بے نظیر و عدیم المثال تھے، آپؐ نے امتیوں کو بھی عورتوں (اپنی بیویوں) سے میٹھے انداز میں گفتگو کرنے کا حکم دیا بلکہ یہ بھی فرمایا (شوہروں سے) کہ بقدر امکان حلیہ بھی تم بہتر بنائے رکھو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ عورتیں تمہارے لئے سنگار کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح ازواج کے ساتھ خود کریمانہ برتاؤ کیا اسی طرح اپنی امت کے مردوں سے مطالبہ کیا کہ وہ بھی اپنی بیویوں کے ساتھ اچھے سے اچھا برتاؤ کریں، اگر خصوصی طور پر اس کی تاکید نہ بھی کی جاتی تب بھی نبی اکرمؐ کی اتباع کے عام حکم کا تقاضا یہی ہوتا، لیکن اس کے باوجود خصوصیت کے ساتھ آپؐ نے مختلف موقعوں اور متعدد پیرایۂ بیان میں اس بات کی تاکید اور نصیحتیں فرمائیں، مثلاً ایک موقع پر عورت کی خلقی کمزوری کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کی کوتاہیوں سے صرف نظر کرنے کا حکم دیا جس کا مطلب یہ ہے کہ عورت کی طرف سے کچھ کوتاہی ہو جانے کے باوجود (جس میں وہ فطری طور پر معذور سی ہے) اس کے ساتھ بہتر سے بہتر معاملہ کرتے رہو، برکت و بصیرت کے لئے اصل کلمات طیبات پڑھتے چلیں:۔ اِسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا (بخاری شریف جلد ۱ ص ۴۶۹) عورتوں کے ساتھ بہتر برتاؤ کرنے کے (بارے میں میری) نصیحت مانو۔

غور فرمائیے۔ اس صنف کے ساتھ کس درجہ رعایت کا حکم دیا جا رہا ہے کہ عورت سے اگر ناگواری پیدا کرنے والی حرکات سرزد ہوں تو بھی تحمل کا ثبوت دو اور اس میں اسے معذور گردانتے ہوئے بہتر سے بہتر سلوک کرتے رہو، تکلیفیں سہتے رہنے کے باوجود کریمانہ برتاؤ کرتے رہنے پر ذہن کو بھی مطمئن کرنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا۔

"لا يفرك مومن مؤمنة إن كره منها خلقا رضي منها آخر" (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۷۵)۔

یعنی کوئی شوہر اپنی بیوی سے تعلقات (کسی ایک آدھ ناگوار بات کی بنا پر) ایکدم منقطع نہ کرے۔ (کیونکہ) اس کی کوئی بات اگر ناگوار ہوتی ہے تو کچھ باتیں اس میں ضرور پسندیدہ بھی ہوں گی! غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے اس طرح غور کرنا کس درجہ مؤثر ہوگا؟ یہ بتانے کی ضرورت نہیں

آنحضرتؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بندہ کو ایمان میں کمال اسی وقت حاصل ہوگا، جب حسن اخلاق میں وہ انتہائی درجہ بلند پر پہونچ جائے یہ بھی فرمایا کہ خدا کے نزدیک سب سے بہتر وہ مسلمان ہے جو اپنی (خدا ترس) بیوی کی نظر میں بھی بہتر ہو (قال رسول اللہ صلى الله عليه وسلم اكمل المؤمنين ايمانا احسنهم خلقا وخياركم خياركم لنسائهم (ترمذی ج ۱ ص ۱۳۸) ان ہدایات کا یہ اثر ہوا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی تعلیمات کو بسر و چشم قبول کرنے والوں نے عورتوں کے واجب حقوق ادا کرنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی دلجوئی اور رعایت میں اس حد تک چلے گئے جس سے زیادہ کا تصور بھی مشکل ہے، جس کی ایک نمایاں مثال حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے طرز عمل میں ملتی ہے۔ جسے وہ خود ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں: إِنِّي لَأَتَزَيَّنُ لِامْرَأَتِي كَمَا تَتَزَيَّنُ لِي لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ (بحوالہ تفسیر المنار ج ۲ ص ۳۷۷ از علامہ رشید رضا مصری) یعنی میں اپنی بیوی کی خاطر بنا سنورا رہتا ہوں جیسا کہ وہ میری خاطر، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:۔ شوہر کے بیوی پر جیسے حقوق ہیں ویسے ہی بیوی کے شوہر پر بھی ہیں، صنف نازک کی دلداری اور رعایت کا آخری درجہ یہ ہے کہ جب نباہ نہ ہو سکنے کی بنا پر مجبوراً طلاق کی نوبت آجائے اور علیحدگی ضروری ہو جائے تو ایسے نازک وقت میں بھی اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے:۔ وَسَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ اور سَرِّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا (سورۃ بقرہ ۲۳۱ والاحزاب ۴۹) یعنی بیویوں سے علیحدگی بھی خوش اسلوبی اور اچھے طریقے سے اختیار کرو۔

دنیا کے قوانین شاید اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہوں بلکہ انسانی نفسیات کی تاریخ میں غالباً یہ حکم نوادر میں شمار کئے جانے کے لائق ہو کہ ایسی حالت (طلاق کے وقت) میں جبکہ عموماً دونوں طرف انتقامی جذبات کی آگ بھڑک رہی ہوتی ہے اور نفرت عروج پر ہوتی ہے قرآن حکیم میں مرد کو یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ وہ عورت کے تمام واجب حقوق ادا کرنے کے ساتھ مزید کچھ تحفہ کے طور پر بھی دے (وَلِلْمُطَلَّقَاتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوفِ) تاکہ اس کی دل شکنی

کی تلافی ہو۔

گزشتہ صفحات میں عورت کے مرد پر حقوق، یا عورت کے ساتھ رعایت کے سلسلہ میں اسلامی تعلیمات کی جو تفصیل پیش کی گئی ہے اس سے یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ قانونِ شریعت میں عورت کو ہر ذمہ داری سے بری، اور شوہر کو اپنی بیوی کی صرف ناز برداری کرنے اور اس کی تمام مناسب ونامناسب فرمائشوں کی تکمیل کا ہی حکم دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ اللہ حکیم وخبیر کے عطا کردہ قوانین اور نبی فطرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہدایات اس درجہ غیر حکیمانہ اور غیر متوازن کیونکر ہو سکتی ہیں کہ جس سے معاشرتی نظام ہی برباد ہو کر رہ جائے جو اس رشتہ کا اصل مقصود ہے۔ اصل واقعہ یہ ہے کہ اسلامی تعلیمات میں عموماً ہر فریق کو اس کی ذمہ داریاں اور فرائض بتا کر انھیں پورا کرنے پر زور دیا گیا ہے، جس کے نتیجہ میں ہر ایک کے حقوق بھی مل جاتے ہیں اور اطمینان بھی نصیب رہتا ہے۔ جس سے انتہائی خوشگوار طریقہ پر نباہ ہوتا ہے، یہی طریقہ اسی بارے میں بھی اختیار کیا گیا ہے جس سے نہایت اعلیٰ درجہ کا توازن واعتدال پیدا ہو گیا ہے۔

عورتوں کے حقوق اور مردوں کے فرائض کا ذکر ہو جانے کے بعد مناسب ہوتا کہ مردوں کے حقوق اور عورتوں کے فرائض کے سلسلے میں اسلامی تعلیمات وہدایات کا مختصر تذکرہ بھی کر دیا جاتا مگر اختصار کے پیش نظر ایسا نہیں کیا جا رہا ہے البتہ اتنی بات کا ذکر ناگزیر معلوم ہو رہا ہے۔ کہ دونوں کی زندگی ایسی ہی صورت میں خوشگوار رہ سکتی ہے کہ جب دونوں طرف سے ایک دوسرے کی رعایت ہو۔ یعنی صرف قانونی اور واجبی حقوق وفرائض کی ادائیگی ہی پہ اکتفا نہ ہو بلکہ اس سے بہت آگے بڑھ کر یگانگت کا برتاؤ ہونا چاہیے، اس موقع پر حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب علیہ الرحمۃ کا ایک حکیمانہ قول، جو خود راقم نے ایک نکاح کے موقع پر سنا ہے، نقل کرنا مفید ہوگا۔ وہ یہ کہ میاں بیوی کے درمیان ضابطہ کا نہیں رابطہ کا تعلق ہونا چاہیے۔ قرآن حکیم کے اندر ایک موقع پر زوجین کے باہمی تعلق وتعشق "ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ" (یعنی تمہارے لئے (بمنزلہ) لباس ہیں اور تم ان کے لئے) کے بلیغ ومعجزانہ اسلوب میں بیان کیا گیا ہے۔ مشہور انشاء پرداز عالم ومفسر مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم نے بصیرت افروز اور دلربانہ انداز میں آیتِ بالا پر جو نوٹ لکھا ہے جی چاہتا ہے کہ اسے پیش کر دیا جائے، مولانا لکھتے ہیں:-

قرب واتصال کے لحاظ سے ایک دوسرے کے پردہ دار، اور موجب تسکین ہونے کے لحاظ سے گویا اردو محاورہ میں دونوں میں "چولی دامن کا ساتھ" وہ ان کے حق میں اوڑھنا بچھونا ہیں اور یہ ان کے حق میں...... غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ انسان کے حق میں لباس کا ایک وصف امتیاز اس کی پردہ پوشی ہے لباس جسم کے عیبوں کو چھپاتا ہے اس کے حسن کو ابھارتا ہے...... گویا اسلامی خاندان میں میاں بیوی کو ایک دوسرے کا پردہ پوش ہونا چاہیے۔ اور ایک دوسرے کی زینت کو بڑھانے والا...... جتنا موقع ایک کو دوسرے کے جسمانی، اخلاقی، روحانی، عیبوں اور کمزوریوں پر مطلع ہونے کا ملتا ہے اتنا نہ کسی دوست کو مل سکتا ہے نہ کسی عزیز کو اس صورت میں عورت کے اخلاق کا کمال یہ ہے کہ شوہر کی ہر کمزوری کو چھپائے۔ اس پر صبر کرے اسے بہتر سے بہتر صورت میں ظاہر کرے اور "ناخوشِ تو خوش بود بر جانِ من" کا ثبوت قدم قدم پر پیش کرے۔ علیٰ ھٰذا مرد کے بھی کمالِ اخلاق کی معراج یہی ہے۔ دونوں کی اخلاقی تکمیل کا یہ مؤثر ترین نسخہ اسلام نے باتوں باتوں میں بتا دیا۔ یہ اسی مذہب کی تعلیم ہے جو فرنگی "محققین کی نظر میں پست اس لیے ہے کہ اس میں عورت کی تحقیر کی گئی ہے"۔

کتنا غلط یہ حرف بھی مشہور ہو گیا۔

رعایت نرمی وہمدردی پر مبنی یہ اسلامی قوانین اور نبوی ہدایات اور عملی اقدامات صرف بیویوں تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ پوری صنف نازک ان کریمانہ وہمدردانہ عنایات کے دائرہ میں آجاتی ہے، سب واقف جانتے ہیں کہ قبل از اسلام عرب میں لڑکیوں کی پیدائش باعث شرم اور منحوس سمجھی جاتی تھی، لڑکی کا باپ مارے شرم کے منہ چھپاتا پھرتا تھا، اس کا چہرہ اتر جاتا تھا، چنانچہ وہ اس عار سے بچنے کے لئے زندہ لڑکی کو مٹی میں دبا دیتا تھا (قرآن مجید کی سورۃ النحل میں اس کی پوری تصویر کشی کر دی گئی ہے) نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کی پیدائش کو باعثِ خیر وبرکت بتایا اور ان کی پرورش ونگہداشت پر جنت کی خوش خبری سنائی، فرمایا: "جو شخص لڑکیوں کی بہترین طریقہ پر تربیت اور اچھا برتاؤ کرے گا وہ جہنم میں نہ جائے گا۔ (بخاری) اور فرمایا: جو شخص دو تین بہنوں یا لڑکیوں کی بہتر انداز میں پرورش کرے اور کسی قسم کی کوتاہی نہ کرے وہ جنت میں جائے گا اور اللہ کے رسول کے ساتھ (جنت میں) اتنا قریب ہوگا جتنا ایک ہاتھ کی دو انگلیاں ہوتی ہیں"۔

اس شوق انگیز اندازِ بیان کے بعد بھلا کون سچا مسلمان ہوگا جو لڑکیوں اور بہنوں کی پرورش وتربیت خوشدلی سے نہیں کریگا ان تعلیمات کا ایک اثر یہ ہوا کہ غیر شادی شدہ لڑکی کو (اسی عرب میں جہاں لڑکیاں زندہ دفنا دی جاتی تھیں) وہاں "کریمہ" (معزز اور لائقِ صد احترام لڑکی) کہا جانے لگا اور نہ صرف زبانی بلکہ عملی طور پر بھی ان سے کریمانہ برتاؤ کیا جانے لگا اور آج تک مسلم معاشرہ میں پوری دنیا کے اندر بالعموم ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جا رہا ہے، جبکہ (افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے) بعض غیر اسلامی معاشروں میں لڑکیوں کے ہلاک کرنے کی جاہلی قدیم رسم مختلف شکلوں میں پھر زندہ کی جا رہی ہے اور اس کے لئے نت نئے طریقے دریافت کر لئے گئے ہیں جن کے ذریعہ حالتِ حمل میں ہی اندازہ ہو جانے کے بعد اسقاط کرا دیا جاتا ہے۔

ظاہر ہے کہ صنفِ نازک ہی کی ایک فرد، ماں بھی ہے جس کے احترام اور عزت کی بابت اسلامی ہدایات کا احاطہ کرنا ہی مشکل ہے، آخری بات یہ ہے کہ اس کے پاؤں کے نیچے جنت بتائی گئی ہے اس سے زیادہ بلند مرتبہ کا تصور بھی مشکل ہے جو اسلامی تعلیمات میں ماں کو دیا گیا ہے پھر بھی اسلام پر عورت کی بے عزتی کرنے کا الزام کیا درست قرار دیا جا سکتا ہے؟!!

> قرآنِ کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبوی، دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے شائع کیجاتی ہیں ان کا احترام آپ پر فرض ہے، لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہوں انکو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

نازبردار بھائی

پروفیسر محمد اجتباء ندوی

"تیز بخار ودرد اور کرب وبے چینی میں مبتلا بچے کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور سسکیاں وآہیں سنائی دے رہی تھیں، پاس بیٹھی ہوئی فکرمند وغمزدہ ماں نے پریشان ہو کر پوچھا: بیٹے! روکیوں رہے ہو؟ کیا تکلیف بہت زیادہ ہے؟ بچے نے جو ابھی سنِ شعور کو نہ پہونچا تھا آہستہ سے اٹک اٹک کر شکستہ الفاظ میں کہا: بھائی دور چلے گئے ہیں!"

مندرجہ بالا الفاظ راقم سطور نے اس وقت ادا کئے تھے جب وہ چند برس کا تھا، اپنے اس بھائی کے بارے میں جو مظاہر علوم سہارنپور تعلیم کے لئے گئے ہوئے تھے، مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب، جو ۴ نومبر ۱۹۹۵ء کی شب میں ۱/۲ ۱۲ بجے ہم سے اچانک اور ہمیشہ کے لئے جدا ہو گئے، ان کی بے پایاں شفقت ومحبت، سرپرستی، اور برادر نوازی بلکہ ناز برداری ایک ایک کرکے یاد آرہی ہے، اس بچپن میں اور بیماری کے وقت بھائی کی محبت وشفقت کی یاد ہی نے آنسو جاری کر دئیے تھے جس کے مناظر گھر میں اکثر دیکھنے میں آتے تھے۔

ابھی ہوش وخرد کی آنکھیں پورے طور سے کھلی بھی نہ تھیں کہ گھر میں ماں باپ کے بعد بھائی جان مولانا محمد مرتضیٰ صاحب کی عنایت، لطف، نرم گفتاری اور شیریں کلامی سے ہم کنار رہا، وہ گھر سے دور عربی کی اعلیٰ تعلیم کے لئے رہائش پذیر تھے، جب چھٹیوں میں گھر آتے اور گھر بیا آتے کہ گھر وگاؤں میں بہار آجاتی۔ مسرت کی کلیاں کھل اٹھتیں، اور کھلے ہوئے پھولوں کی مہک اور خوشبو دو چند ہو جاتی اور پورا خاندان اور گاؤں عطر بیز اور مشک بار ہو جاتا، والد محترم رحمہ اللہ اطمینان محسوس کرتے، والدہ معظمہ مرحومہ کو آرام وراحت کا موقع مل جاتا کہ اب وہ باورچی خانہ کے بھی بہت سارے کام انجام دیں گے اور آرام پہونچائیں گے خدمت بھی کریں گے اور بہن بھائیوں کو تحفوں کے علاوہ شفقتوں اور نوازشوں سے ڈھانپ لیں گے، وہ ہم چھوٹوں سے کام لیتے تھے ہمت افزائی اور ہمت افزائی کرکے ڈانٹتے اور مارتے بھی تھے مگر دل میں محبت واچھی تربیت کا جذبہ دبا ہوتا، میں نے پہلی بار انھیں کی زبان سے چند کام کرانے کے بعد یہ فارسی کی ضرب المثل سنی "سگ باش برادر خورد مباش" میں اپنے بھائیوں، بہن میں سب سے چھوٹا تھا، اس لئے قدرتی طور سے میرا سب ہی خیال رکھتے تھے، مگر بھائی جان کی بات ہی کچھ اور تھی، وہ ہمارے خاندان کے پہلے فرد تھے جو دو نسلوں کے بعد اور جد امجد مولانا سید جعفر علی نقویؒ خلیفہ ارشد حضرت امیر المؤمنین سید احمد شہید رحمہ اللہ کے بعد گھر سے دور تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور سے عالمیت کی سند اور دستار بندی سے سرفراز ہو کر وطن واپس ہوئے، چونکہ اپنے اعلیٰ اخلاق، صلاح ونیکی اور خدمت گذاری کی بنا پر خاندان، گھرانہ، والدین اور بھائیوں، بہنوں میں محبوبیت اور احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، اس لئے ان کے عالم ہونے پر بہت زیادہ خوشی منائی گئی۔ گاؤں مجھوا میر کی مسجد میں ان کی پہلی تقریر کرائی گئی تو بڑا مجمع تھا، اور سب نے والد محترم رحمہ اللہ کو مبارکباد پیش کی، صرف مسلمانوں نے نہیں بلکہ قرب وجوار کے ہندوؤں نے بھی یہ کہہ کر مبارکباد دی کہ ہمارے علاقہ میں عرصہ دراز کے بعد ایک عالم دین ہوا ہے۔

میں ابھی گاؤں کے پرائمری اسکول میں زیر تعلیم تھا، بھائی جان مولانا محمد مرتضیٰ صاحب چھٹیوں میں گھر آتے تو مجھے اس بات کی خوشی ہوتی کہ تحفہ اور ہدیہ کے علاوہ ان کے دوران قیام بعض بڑوں کی ڈانٹ اور مار سے محفوظ رہوں گا، ساتھ رکھتے، پڑھاتے، جو پڑھا ہوتا وہ سنتے، مسرت کا اظہار کرتے، ہمت افزائی کرتے اور انعام دیتے۔

کچھ قریبی عزیزوں کے شدید اصرار پر میرے لئے طے کیا گیا کہ مجھے انگریزی اور عصری تعلیم دلائی جائے، پرائمری تعلیم کے بعد انگریزی تعلیم شروع کرا دی گئی، مگر میرا دل انگریزی پڑھنے میں نہیں لگتا تھا، چند ماہ ہی گذرے تھے کہ رمضان مبارک کا مہینہ آگیا، بھائی جان مولانا محمد مرتضیٰ صاحب اور ان سے چھوٹے بھائی مولانا عبداللہ صاحب اپنے اپنے مدرسوں سے گھر آئے، میں گھر میں داخل ہوا تو والدین، بڑے بھیا سید محمد ادریس صاحب مرحوم، بہن سیدہ فاطمہ کے ساتھ یہ دونوں بھی بیٹھے باتوں میں منہمک تھے، کہ اچانک میری روندھی آواز سنائی دی: "محمود تو عربی پڑھتے ہیں، اور مجھے انگریزی پڑھاتے ہیں" اور پھر زور سے رونے لگا، بھائی جان نے گلے لگایا اور اعلان کر دیا کہ "اب تم عربی ہی پڑھوگے"۔ چنانچہ رمضان کے بعد عبداللہ بھائی کے ساتھ مجھے بھی آبائی مدرسہ ہدایت العلوم کرہی بھیج دیا گیا۔

بھائی جان مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ بڑے علماء اور بزرگوں سے خصوصی اور گہرا تعلق رکھتے تھے، خاص طور سے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ اور بعد میں خانقاہ تھانوی کے سردار مولانا ظہور الحسن صاحب سے بڑا قریبی ربط تھا، اور مولانا عبدالرحمٰن کامل پوریؒ خلیفہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے اسی دوران بیعت بھی ہو گئے تھے، گھر آتے تو ہم لوگوں کو ان کے صلاح وتقویٰ اور بڑائی وبزرگی کے واقعات سناتے، ہم سب خوش ہوتے اور ہمارے علم میں اضافہ بھی ہوتا، ان بزرگوں کو غریب خانہ اور بستی تشریف لانے کی دعوت بھی دیتے، مجھے یاد پڑتا ہے کہ اس دور میں جبکہ میں بہت چھوٹا تھا اور مدرسہ نے روح ماجدی سے معذرت واجازت کے ساتھ۔

کرہی میں عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھ رہا تھا، مولانا ظہور الحسن صاحبؒ اور مولانا محمد زکریا قدوسی صاحبؒ سہارنپوری اور حضرت اقدس مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی مدظلہ العالی اور مولانا محمد عمران خاں صاحبؒ سابق مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء و سابق امیر تاج المساجد بھوپال، لکھنؤ سے تشریف لائے تھے ان کے ہمراہ اور بھی حضرات تھے جن میں دو نام یاد رہ گئے ہیں، بھائی جان کے ہمدرس اور مخلص دوست مولانا سید محمد ثانی حسنی صاحبؒ اور سید محمد یامین صاحب حسنیؒ مولانا سید محمد ثانی صاحبؒ اس کے بعد بھی کئی بار تشریف لائے۔ ان سے غریب خانہ پر تعارف ہوا، بڑی محبت و شفقت اور اپنائیت سے ملے اور چند کتابیں پڑھنے کے لئے دیں، یہ تعلق و شفقت اور سرپرستی بھائی جان ہی کی طرح آخر دم تک قائم رہی۔

۱۹۵۰ء کے کسی مہینہ میں (یاد نہیں) غالباً کوئی چھٹی تھی، میں مدرسہ کرہی میں تھا، بھائی مولانا عبد اللہ صاحب کافی پہلے بیت العلوم سرائے میر جا چکے تھے، والدین یکے بعد دیگرے ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکے تھے، مجھے خبر ملی کہ بھائی جان گھر (مجھوا میر) آئے ہیں اور ان کے ہمراہ میرے مراسلاتی دوست اور بھائی مولانا سید احمد علی صاحب حسنی ٹونکی ندوی بھی ہیں، ملاقات کے لئے مجھوا میر حاضر ہوا، کئی روز ساتھ رہا، احمد علی صاحب سے پہلی ملاقات تھی، خوب باتیں کیں، سیر و تفریح کی، ان کے علم و معلومات سے فائدہ اٹھایا، وہ ندوہ کے ممتاز طالب علم تھے، اب تک دوستی غائبانہ تھی، ملاقات نے اسے زیادہ پختہ اور مستحکم بنا دیا، واپسی کا وقت قریب آیا تو بڑا دکھ ہوا، بھائی جان اور مولانا احمد علی صاحب لکھنؤ اور راقم سطور کرہی روانہ ہونے والے ہی تھے کہ احمد علی صاحب نے رائے پیش کی کہ میں بھی بستی اسٹیشن تک چلوں، اور وہاں سے رخصت کر کے کرہی چلا جاؤں، مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، بستی اسٹیشن پہونچ کر احمد علی صاحب نے بھائی جان سے گذارش کی کہ اس نے لکھنؤ نہیں دیکھا ہے، چند روز وہاں رہ کر گھوم پھر کر واپس آ جائیں گے، بھائی جان تیار ہو گئے۔ کیا خبر تھی کہ لکھنؤ کا یہ سفر میرے مستقبل کے لئے سنگ میل ثابت ہوگا۔ بھائی جان ابھی مجھے کرہی میں رکھنا چاہتے تھے، مگر بزرگوں اور دوستوں کے اصرار اور مشورہ سے میرے دار العلوم ندوۃ العلماء میں داخلہ کی تیاری کا انتظام کر دیا محب مخلص مولانا سید محمد واضح رشید صاحب حسنی ندوی اور عزیز بھائی مولانا محمد الحسنی مرحوم نے تیاری میں مدد کی، سالِ نو کے آغاز میں درجہ چہارم عربی میں داخلہ ہو گیا، اب بھائی جان کی توجہ، تربیت اور سرپرستی براہ راست اور ہمہ وقت کی حاصل ہو گئی، اس وقت بھائی جان کی آمدنی بہت کم تھی، مولانا سید محمد ثانی صاحبؒ کے مکتبہ اسلام کے ایک حصہ میں قیام تھا، میرے خورد و نوش اور تعلیم کا خاص خیال رکھتے، سخت گیری کے ساتھ انتہائی لطف و محبت اور ناز برداری کا معاملہ کرتے، میری کامیابی پر خوش ہوتے اور انعام دیتے، کوتاہی پر سرزنش کرتے اور رنجیدہ ہوتے، لیکن غصہ اور رنج کو جلد دور کر لیتے یا چھپا دیتے، ہمت افزائی کرتے، اور اچھے و ہونہار طالب علموں کے واقعات سناتے، خصوصاً حسنی خاندان (حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ کے گھرانہ) کے بچوں اور بزرگوں کی مثالیں، نمونے بڑی عقیدت اور محبت سے سناتے اور انھیں کے نقش قدم پر چلنے کی تلقین کرتے۔

اس زمانہ میں ملتان (پاکستان) سے ایک عربی رسالہ (الصدیق) نکلتا تھا، میں نے اپنا ایک مضمون شائع کرنے کے لئے بھیجا، شائع ہو گیا یہ میرا پہلا عربی مضمون تھا، بھائی جان کو بے حد خوشی ہوئی، گھر میں ہم دونوں اکیلے تھے، بھاوج صاحبہ وطن گئیں ہوئی تھیں، رات کے کھانے کے لئے بیٹھے تو پر تکلف دعوتی کھانا نظر آیا، پلاؤ، قورمہ، زردہ، بھائی جان نے یہ خود پکایا تھا، میں ان کے سامنے کم بولتا تھا، میری حیرت و تعجب کو محسوس کر کے فرمایا: "تمہارے مضمون شائع ہونے کی خوشی میں تمہاری دعوت کی ہے"، میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، شفقت، ہمت افزائی، مسرت اور ناز برداری کی انتہا تھی یا ایک طویل داستان ہے، کہاں تک لکھوں اور کس دل سے لکھوں، میری تعلیم و ترقی کے لئے فکر مند بھی رہتے اور کوشاں بھی جس کے نتیجہ میں اعلیٰ تعلیمی مراحل طے کئے، اور ہر مرحلہ و ہر موڑ پر ان کی توجہ، شفقت، مشورہ اور ہمت افزائی حاصل رہی، خواہ دمشق ہو، علی گڈھ ہو، دہلی ہو یا ریاض و مدینہ منورہ ہو، مجھے خطوط لکھتے اور بڑے اچھے اور مؤثر خطوط لکھتے جن میں مجھے نصیحت کرتے، میرے کاموں کی ہمت افزائی کرتے، اور مسرت کا اظہار کرتے، اپنے بڑوں، دوستوں، عزیزوں اور شاگردوں سے محبت کے ساتھ میرا تذکرہ کرتے، میری کم آمیزی، کم گوئی اور گوشہ پسندی کا گلہ کرتے تاہم ان کی محبت و ناز برداری میں کمی نہیں آئی، جانکاہ حادثہ سے چار روز قبل مجھے ان کا ایک دستی خط ملا، جس میں کچھ کتابوں کے بارے میں دریافت کرنے کے بعد تحریر فرمایا: "چند روز کے لئے لکھنؤ آ جاؤ، ملاقات کا جی چاہتا ہے، حضرت مولانا مدظلہ (مولانا علی میاں صاحب دامت برکاتہم) بھی یاد کرتے ہیں۔"

سطور بالا میں ذکر آ چکا ہے کہ بھائی جان مولانا محمد مرتضیٰ صاحب کو حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے خاندان حسنی سے والہانہ محبت و عقیدت بلکہ عشق تھا، اور روز بروز اس میں اضافہ ہی تھا، حضرت شہیدؒ سے ہمارے جد امجد مولانا سید قطب علیؒ اور ان کے دو صاحبزادگان مولانا سید حسین علیؒ و مولانا سید جعفر علیؒ بیعت تھے اور آخر الذکر سرحد کی جنگ اور معرکہ بالا کوٹ میں شریک تھے، سید صاحبؒ نے انھیں میر منشی کا منصب بھی عطا کیا تھا، معرکہ میں زندہ بچ جانے کے بعد وطن واپس ہوئے اور امیر المؤمنین سید صاحبؒ اور ان کے کارناموں کا تذکرہ لکھا "منظورۃ السعداء فی احوال الغزاۃ والشہداء" اور ضلع بستی و اس کے اطراف میں صحیح عقیدہ اور دینی دعوت کا بڑے

پیمانہ پر کام کیا، سید شہید رحمہ اللہ ہی کا فیض ہے کہ ہمارا گھرانہ عقیدۂ توحید اور اسلامی اقدار پر قائم و دائم ہے، خاندان کے تمام افراد اس سے واقف تھے اور تشکر و امتنان سے اس مخلص و پاکیزہ خاندان کا تذکرہ بھی کرتے تھے لیکن بیچ کی دو نسلیں تعلق اور رابطہ قائم نہ رکھ سکی تھیں، بھائی جان مولانا مرتضیٰ صاحبؒ کو قدرت نے علم دین سے نوازا تو یہ بھی مقدر فرما دیا کہ مدرسہ مظاہر علوم میں خاندان حسنی کے ایک صالح اور ہونہار فرزند مولانا سید محمد ثانی صاحب حسنیؒ کے ہم سبق ہونے کا شرف بھی حاصل ہو جائے، دیرینہ عقیدت و تعلق کی بنا پر دونوں میں اخلاص و محبت اور صداقت و اخوت کے رشتے اتنے مستحکم ہو گئے کہ وہ ان کے ہمراہ آ کر لکھنؤ میں قیام پذیر ہی ہو گئے اور انھیں کے واسطے سے ندوۃ العلماء کی خدمت پر متعین کئے گئے جس کا سلسلہ یوم وفات تک قائم رہا جس کی مدت تقریباً اکیاون سال ہے، یہ بھی حسن اتفاق تھا کہ ندوۃ العلماء کے دوران ملازمت خاندان سید احمد شہید رحمہ اللہ کے دو لائق صد افتخار افراد عارف باللہ، ولی کامل، حضرت ڈاکٹر سید عبد العلی صاحبؒ اور مفکر اسلام و داعی مخلص اور مربی عظیم حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی صاحب ندوی مدظلہ العالی ندوۃ العلماء کے ناظم رہے، بھائی جان کو دونوں بزرگوں سے بے پایاں عقیدت، محبت مخلصانہ اور والہانہ تعلق تھا، ان کے حکم کی بجا آوری اور ان کی خدمت کو اپنا سرمایۂ حیات اور توشۂ آخرت سمجھتے تھے، انھیں دونوں بزرگوں سے بھائی جان کو ندوۃ العلماء کی خدمت اور کتب خانہ کی ترقی و نظم و ضبط قائم رکھنے کا حوصلہ ملتا رہا اسے وہ ایک فریضہ سمجھ کر کرتے تھے، جب سے انھیں کتب خانہ کی ذمہ داری سونپی گئی اس وقت سے کتب خانہ کی ترقی اور کتابوں و درسیات کے اضافہ اور مہیا کرنے میں ایسا منہمک ہوئے اور اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر دیں کہ چالیس ہزار کتابوں سے بڑھ کر ایک لاکھ بیالیس ہزار کتابوں پر مشتمل ایک گرانقدر کتب خانہ بن گیا، اس کی وسیع اور شاندار عمارت بھی تعمیر ہو گئی، اتنی بڑی تعداد میں کتابیں ان کی نظر اور زبان پر رہتیں، جس کتاب کے بارے میں دریافت کیا جاتا فوراً بتاتے بلکہ اکثر یا منگوا کر سامنے رکھ دیتے، یہ بھائی جان کی غیر معمولی صلاحیت تھی جو شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آئے گی، وفات سے کچھ روز قبل اس عاجز اور دہلی کے قریبی تعلق رکھنے والے حضرات کو توفیق الحکیم اور نجیب محفوظ (مصری) کی کتابیں مہیا کرنے کے لئے لکھا تھا کیونکہ یہ کتابیں ندوۃ العلماء کے کتب خانہ میں نہیں تھیں، کتب خانہ سے استفادہ کرنے والے حضرات ان کے بارے میں دریافت کرتے تھے، اگر کبھی کوئی کسی کتاب کے بارے میں معلوم کر لیتا تو بھائی جان اس کے لئے فکر مند ہو جاتے اور جب تک وہ کتاب کتب خانہ کے لئے حاصل نہ کر لیتے بے چین رہتے تھے۔

بھائی جان مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب یوپی کے شہر بستی کے گاؤں مجھوا میر کے سادات خاندان میں محرم ۱۳۴۲ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے، والد بزرگوار سید محمد مصطفیٰ صاحب رحمہ اللہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے سلسلہ میں بستی و نیپال کی ترائی کے علاقہ میں بیعت و ارشاد اور اصلاح و تبلیغ کی خدمت انجام دیتے تھے، اپنے صاحبزادگان کو زمانہ اور گھرانہ کے رواج کے برعکس دینی تعلیم دلائی۔

اس دور کے دو خاندانی بزرگوں مولانا شاہ وجیہ الدین صاحب (بگھاری کچھوچھہ) اور مولانا شاہ غنیمت حسین صاحب مونگیری نے بسم اللہ کرائی۔ ۳۰ اپریل ۱۹۳۴ء میں پرائمری پاس کیا، ۳ مئی ۱۹۳۴ء میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے آبائی مدرسہ جھنڈیہ کرہی میں داخل کئے گئے، پھر تعلیم کی تکمیل کے لئے ۵ شوال ۱۳۵۹ھ کو مظاہر علوم سہارنپور میں داخلہ ہوا اور شعبان ۱۳۶۳ھ مطابق اگست ۱۹۴۴ء میں مظاہر علوم سے سند فراغت حاصل کی۔ ۳ جنوری ۱۹۴۶ء کو دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تقرر ہوا۔ ۶ جنوری ۱۹۵۱ء میں تدریس سے منتقل کر کے کتب خانہ ندوۃ العلماء کے نائب ناظر کے طور سے تقرر کیا گیا، اور یکم جولائی ۱۹۵۶ء کو ترقی دے کر ناظر کتب خانہ مقرر کیا گیا، وفات تک اسی عہدہ پر فائز رہے، اور کتب خانہ کو اپنا بیش بہا سرمایہ سمجھ کر بڑی لگن، محنت، فکر و جد و جہد سے خدمات انجام دے کر اپنے خالق حقیقی سے اچانک جا ملے، ہمیشہ اور ہمہ وقت سب کی بے لوث خدمت کی مگر خود کوئی خدمت نہ لی، اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے اور درجات بلند کرے۔

ان کی صلاح و نیکی، فراخدلی، مہمان نوازی، شفقت و محبت، اخلاص و للہیت، بے غرضی و بے لوثی، محنت و لگن اور پختہ عزم و حوصلہ کو ہمارا اسلام، ان کا ہر عزیز، ہر دوست، ہر تعلق رکھنے والا اور خاندان و گھرانہ کا ہر فرد ان کی ان سب باتوں کو یاد کرتا ہے اور آنسو بہاتا ہے، اسی کے ساتھ حکم الٰہی اور قضاء ربانی پر راضی ہے۔ بھائی جان اس پر پختہ یقین رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انھیں ہر حال میں راضی برضا رہنے کی بے پایاں صلاحیت عطا فرمائی تھی، ان کا حال کچھ اس طرح رہا۔

سیر کی، خوب پھرے، پھول چنے، شاد رہے
باغباں جاتے ہیں، گلشن ترا آباد رہے

دعائے مغفرت

مولانا عبد المجید ندوی (دمانا، نہاراشٹر) ۹ ستمبر ۱۹۹۵ء کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا نیک طبیعت، منکسر المزاج، صالح اور دیندار انسان تھے موصوف دار العلوم ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد درس و تدریس میں لگ گئے اور کئی اسکولوں میں ٹیچنگ بھی کی۔ تنگ حال اور تہی دست ہونے کے باوجود بنام خدا لڑکیوں کی دینی تعلیم کے لئے جامعۃ المومنات کی بنیاد رکھی۔ جس میں عالمہ کا مکمل کورس پڑھایا جاتا ہے۔ نیز ساٹھ طالبات ہوسٹل میں قیام پذیر ہیں۔ جن کی تعلیم و تربیت بحسن و خوبی انجام دی جا رہی ہے۔

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

ایک مطالعہ

تاریخ دعوت وعزیمت جلد پنجم

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

پروفیسر وصی احمد صدیقی

قسط چوتھی (آخری)

سیاسی انتشار اور حکومت مغلیہ کے دور انحطاط میں شاہ صاحب کا مجاہدانہ وقائدانہ کردار

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ بارہویں صدی کا ہندوستان بدنظمی وطوائف الملوکی کے آخری حد تک پہنچ گیا تھا۔ اور مغلیہ سلطنت صرف ایک علامت (SYMBOL) بن کر رہ گئی تھی۔ اس وقت تین جنگجو طاقتیں میدان میں آئی تھیں۔

علی الترتیب مرہٹے، سکھ اور جاٹ

مرہٹے جو ابتدا میں ایک چھاپہ مار گروپ تھا وہ ایسی ہندگیر طاقت بن گئے جو دہلی کے تخت پر قبضہ کرنے کے خواہشمند ہو گئے۔ ١١٧٠ھ میں ہولکر اور رگھوناتھ جاٹوں کی مدد سے دہلی پر حملہ آور ہوئے اور نجیب الدولہ کو مجبوراً ان سے صلح کرنی پڑی پھر انھوں نے پنجاب کا رخ کیا اور اپنا گورنر مقرر کیا اب سیندھیا نے روہیلکھنڈ اور اودھ کا رخ کیا ١١٧٣ھ میں دہلی میں داخل ہوئے۔ زبردست لوٹ مار کی مگر تخت پر نہیں بیٹھا۔ اب ان کی طاقت ایک زبردست فوجی طاقت بن گئی۔ تبھی وہ ہندو تہذیب کے احیاء کے لئے بھی کوشاں ہو گئے پانی پت کے میدان میں آخری فیصلہ ہونے سے پہلے انھوں نے نواب شجاع الدولہ کے معرفت ابدالی سے صلح کی کوشش کی مگر شجاع الدولہ اپنے تجربہ کے سبب مدد پر نہیں آئے۔ ١٤ جنوری ١٧٦١ء کو پانی پت کے میدان میں احمد شاہ ابدالی کی افغانی فوجیں نواب نجیب الدولہ کے روہیلہ سپاہی اور نواب شجاع الدولہ کے لشکر کی متحدہ طاقت سے مرہٹوں کو شکست فاش ہوئی سکھ ایک مذہبی گروہ تھا جس کی بنیاد باباگرونانک نے ١٤٦٩ء میں ڈالی۔ باباگرونانک نفس کشی اخلاقیات اور سچائی کی تعلیم دیتے تھے۔ تیسرے گرو امرداس نے سکھوں کی مذہبی اور معاشرتی تنظیم کی پھر گرو ارجن نے سکھوں کو ایک فرقہ کی حیثیت سے منظم کرنے کی مزید کوشش کی اور گرنتھ کی تدوین کی۔ اپنا لقب سچا بادشاہ رکھا، جہانگیر کے حکم سے قتل کئے گئے ان کے بیٹے ہرگووند کو جہانگیر نے گوالیار کے قلعہ میں نظربند کیا لیکن پھر رہا کر دیا۔ اور بڑا اعزاز کیا۔ شاہجہاں کے زمانے میں انھوں نے کھلم کھلا بغاوت کی ان کے بعد گرو تیغ بہادر ہوئے۔ اورنگ زیب کے حکم سے ان کو سزائے موت دی گئی۔ اس کے بعد ان کے بیٹے گووند رائے گرو تسلیم کئے گئے۔ انھوں نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ گرنتھ کو اپنا گرو سمجھیں ہرگووند کا جانشین بندہ بیراگی ہوا۔ سلطنت مغلیہ پر زوال آیا ہوا تھا۔ سکھوں کی طاقت میں اضافہ ہوا۔ لوٹ مار کرتا ہوا دہلی کے قریب پہنچ گیا۔ سرہند پر دھاوا بول دیا ١٧١٦ء میں فرخ سیر کی تخت نشینی کے بعد دہلی میں قتل کیا گیا۔ احمد شاہ ابدالی کے حملوں کے بعد یہ پھر پنپے احمد شاہ پھر واپس آیا اور ان کو شکست فاش دی۔ تیس سال تک غیر مستقل صورتحال رہی پھر پنجاب میں رنجیت سنگھ کا ستارۂ اقبال بلند ہوا، پنجاب میں جو صورتحال ہوئی اس کی ترجمانی اقبال نے اپنے شعر میں کی ہے

خالصہ شمشیر و قرآں را ببرد ✤ اندراں کشور مسلمانی بمرد

تیرھویں صدی ہجری کے تقریباً وسط میں حضرت سید احمد شہیدؒ اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ نے رنجیت سنگھ کی فوجی حکومت کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور اپنے اس وسیع وعمیق منصوبہ ومہم کا آغاز کیا جو ہندوستان کو غیر ملکی اقتدار سے آزاد کرنے، حکومت شرعی کے قیام اور مسلم معاشرہ کی اصلاح وتطہیر اور احیائے دین کے لئے شروع کی تھی۔

جاٹ:۔ یہ مرہٹوں کی طرح نہ کوئی منظم فرقہ تھے نہ سکھوں کی طرح کوئی مذہبی گروہ، لیکن مغل سلطنت کی کمزوری نے ان میں ایک طرح کی جارحانہ تنظیم پیدا کر دی تھی۔ ان کے دو لیڈروں راجہ رام اور رام چہرہ نے زبردست لوٹ مار شروع کی۔ انھوں نے جب دہلی کو لوٹنا شروع کیا تو لوگ پاگلوں کی طرح گھر سے نکل کھڑے ہوئے اور دربدر گلی میں مارے مارے پھرنے لگے۔ راجہ سورج مل نے آگرہ سے مرہٹہ سردار کو نکال دیا۔ راجہ سورج مل نجیب الدولہ کے مقابلہ میں دہلی کے قریب مارا گیا۔

دہلی حملہ آوروں کے لئے خوانِ یغما بن گئی۔ ١١٥١ھ میں نادر شاہ کا دلی پر حملہ ہوا جس نے سلطنت مغلیہ کی چولیں ہلا دیں اور دلی کی خاک اڑا دی۔ حضرت شاہ صاحب وطن مالوف سے مع اہل خانہ منتقل ہو کر قصبہ بڈھانہ تشریف لائے اور درس وتصنیف، دعوت الی اللہ۔ تزکیہ نفوس وتربیت طالبین کا کام اس جمعیت خاطر اور اہتمام اور انصرام سے کرتے رہے کہ معلوم ہوتا تھا کہ دلی ہی نہیں سارے ہندوستان میں معتدل اور پرسکون حالات ہیں۔ ہاں اللہ کی یاد ہی سے دل اطمینان پاتے ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ حالات کو تبدیل کرنے اور مسلمانوں کے اقتدار کو دوبارہ واپس لانے کے لیے بھی سرگرم تھے اور قائدانہ کردار ادا کر رہے تھے۔

حضرت نے ابتدائی عمر میں اورنگ زیب کا دبدبہ اور اقبال دیکھا تھا پھر فرخ سیر اور محمد شاہ کے زمانے کی بدنظمی دیکھی حضرت کا حساس دل خون کے آنسو رویا اور خون کے یہ قطرے ان خطوط کے صفحات پر ٹپکے۔ جو انھوں نے احمد شاہ ابدالی اور نواب نجیب الدولہ وغیرہ کے نام لکھے۔ حضرت کا پورا احساس تھا کہ سلطنت اپنے انحطاط کے آخری دور میں داخل ہو گئی لیکن صحیح فکرمندی بھی طلب انسان کو ایسی جگہ بھی قسمت آزمائی پر آمادہ کرتی ہے جہاں کامیابی کی امید بھی موہوم ہو عرفی کا بڑا پیارا شعر ہے

زنقص تشنہ لبی داں بہ عقل خویش مناز

دلت فریب گر از جلوۂ سراب نخورد

شاہ صاحب نے اپنے اسلاف کے اتباع کے مطابق سرکار دربار سے براہ راست کوئی تعلق نہیں رکھا مگر ان کا دل حکومتِ وقت اور اس کی صحیح رہنمائی کے لئے دعا میں مشغول تھا۔ انھوں نے آزمودہ کار قائدین افواج اور عالی حوصلہ سرداروں سے خط وکتابت کی جن کے خاکستر میں ان کو دینی حمیت اور قومی عزت کی کوئی دبی ہوئی چنگاری نظر آئی۔ ان میں حسب ذیل حضرات تھے وزیر مملکت آصف جاہ۔ نواب فیروز جنگ نظام الملک احمد شاہی عماد الملک وزیر۔ تاج محمد خاں بلوچ۔ نواب مجد الدولہ بہادر۔ نواب عبید اللہ کاشمیری یہاں نیاز گل خاں۔ سید احمد روہیلہ۔

شاہ صاحب کی نگاہ انتخاب اس عہد کی دو بڑی شخصیتوں پر پڑی۔ امیر الامراء نواب نجیب الدولہ اور احمد شاہ ابدالی والی افغانستان

نواب نجیب الدولہ ١٧٦١ء سے ١٧٧٠ء تک دہلی کی سب سے بڑی شخصیت تھے تمام سیاست ان کے گرد گھومتی تھی اور سارا نظامِ حکومت ان کے کاندھے پر تھا حضرت شاہ صاحب نے نواب نجیب الدولہ کے نام خطوط میں صرف دعا اور تہنیت پر اکتفا نہیں کی بلکہ ان کو بہت مفید بنیادی مشورے دیئے شاہ صاحب نے نواب نجیب الدولہ ہی کو احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان بلانے کے لیے خاص ذریعہ بنایا۔

حالات کی سنگینی کے پیش نظر نواب نجیب الدولہ تنہا کافی نہ تھے۔ اس کے لیے ایک تازہ دم بیرونی فوجی قائد کی ضرورت تھی۔ شاہ صاحب کی نظر انتخاب احمد شاہ درانی (ابدالی) پر پڑی۔ وہی ایک ستارۂ امید تھا جو اس تاریک افق پر نظر آتا تھا۔ نواب نجیب الدولہ سے خطوط لکھوانے کے علاوہ براہ راست ایک پرزور وپُراثر خط لکھا جو شاہ صاحب کی سیاسی بصیرت دینی حمیت۔ اخلاقی جرأت اور زور انشا کا آئینہ دار ہے

١٤ جنوری ١٧٦١ء کو پانی پت کے میدان میں وہ فیصلہ کن جنگ ہوئی جس نے ہندوستان کی تاریخ کا رُخ بدل دیا۔ مرہٹوں کو ایسی شکست کبھی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ اس سے ساری قوم کا دل پژمردہ وافسردہ ہو گیا۔ سرجدوناتھ سرکار نے لکھا ہے کہ مہاراشٹر میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں صف ماتم نہ بچھ گئی ہو۔ لیڈروں کی پوری نسل ایک ہی معرکہ میں غائب ہو گئی

اگر سلطنت میں کوئی جان ہوتی تو وہ جنگ پانی پت کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر اپنے اقتدار کو ہندوستان میں پھر مستحکم کر سکتی تھی شاہ عالم نے اپنی پست ہمتی اور کوتاہ نظری سے یہ زریں موقع کھو دیا اور اپنی والدہ زینت محل کے اصرار کے باوجود پورے دس برس بعد قلعہ میں داخل ہوا۔

پھر جو کچھ ہوا تاریخ کے صفحات اس پر نوحہ کناں ہیں۔ تاجرانِ متاع فروش ہندوستان کے بادشاہ ہو گئے

امت کے مختلف طبقات کا احتساب اور ان کو دعوتِ اصلاح وانقلاب

سلاطین اسلام سے خطاب

اے بادشاہو! ملأ اعلیٰ کی مرضی اس زمانہ میں اس امر پر مستقر ہو چکی ہے کہ تم تلواریں کھینچ لو اور اس وقت تک نیام میں داخل نہ کرو جب تک مسلم مشرک سے بالکلیہ جدا نہ ہو جائے ان سے جنگ کرتے رہو تا آنکہ فتنہ فرو ہو جائے اور دین صرف اللہ کے لئے مخصوص ہو جائے

امراء اور ارکانِ دولت سے خطاب

اے امیرو! دیکھو کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے دنیا کی فانی لذتوں میں تم ڈوبے جا رہے ہو اور جن لوگوں کی نگرانی تمہارے سپرد ہوئی ان کو تم نے چھوڑ دیا ہے کیا تم نے اپنے سر کبھی اللہ کے سامنے جھکائے، خدا کا نام تمہارے پاس صرف اس لیے رہ گیا ہے کہ اپنے تذکروں اور قصہ کہانیوں میں اس نام کو استعمال کرو

فوجی سپاہیوں سے خطاب

اے فوجیو اور عسکریو تمہیں خدا نے جہاد کے لئے پیدا کیا تھا۔ مقصد یہ تھا کہ اللہ کی بات اونچی ہو اور خدا کا کلمہ بلند ہو لیکن تم اسے چھوڑ بیٹھے۔ اب جو تم گھوڑے پالے ہو ہتھیار جمع کرتے ہو اس کا مقصد صرف یہ رہ گیا ہے کہ اس سے اپنی دولت میں اضافہ کرو

اہل صنعت وحرفت سے خطاب

ارباب پیشہ دیکھو امانت کا جذبہ تم میں مفقود ہو گیا ہے۔ تم اپنے رب کی عبادت سے بالکل خالی الذہن ہو گئے ہو حق تعالیٰ نے تمہارے لئے مختلف قسم کے پیشے اور کمانے کھانے کے دروازے کھول رکھے ہیں لیکن تم خدا کی ناشکری کرتے ہو۔ اور غلط راہ حصول رزق کے لئے اختیار کرتے ہو کیا تم جہنم کی آگ سے نہیں ڈرتے۔

مشائخ کی اولاد یعنی پیرزادوں سے خطاب

آپ کو کیا ہو گیا ہے کہ ٹکڑیوں ٹولیوں میں آپ بٹ گئے ہیں، جس طریقہ کو اللہ نے اپنے رسول کے ذریعہ سے نازل فرمایا تھا اُسے چھوڑ کر آپ میں سے ہر ایک پیشوا بنا ہوا ہے۔ آپ لوگوں کو مرید اس لئے کرتے ہیں کہ ان سے پیسے وصول کریں، کیا آپ کے لئے اللہ کے اس ارشاد میں کوئی عبرت نہیں "یہ میری راہ ہے سیدھی تو اس پر چلے پڑو اور مختلف راہوں کے پیچھے نہ پڑو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے بچھڑا دیں گے۔"

غلط کار علماء سے خطاب

ارے بدعقلو! جنھوں نے اپنا نام علماء رکھ چھوڑا ہے

تم یونانیوں کے علم میں ڈوبے ہوئے ہو اور صرف ونحو و معانی میں غرق ہو اور سمجھتے ہو یہی علم ہے۔ یاد رکھو علم یا تو قرآن کی کسی آیت محکم کا نام ہے یا سنّتِ ثابتہ قائمہ کا۔ حضور کی پوری روش کی پیروی کرو اور آپ کی سنت پر عمل کرو مگر جو سنّت ہے اُسے سنّت سمجھو۔ فرض کا درجہ نہ دو اور جو فرائض ہیں انھیں سیکھو۔

فرزندانِ گرامی قدر

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسے فرزند اور جانشین عطا کئے جو نعم الخلف نعم السلف کے صحیح مصداق ہیں۔ انھوں نے حضرت شاہ صاحب کے جلائے ہوئے چراغ کو نہ صرف روشن رکھا بلکہ اس سے سیکڑوں چراغ جلائے۔

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگرم انجمنے ساختہ اند

آپ کو اپنے ہی سلسلے نقشبندیہ مجددیہ کے بانی اور شیخ الشیوخ حضرت مجدد الف ثانی سے عجیب مماثلت ہے حضرت کے چار فرزندان گرامی درجہ کمال کو پہنچے اسی طرح حضرت شاہ صاحب نے چار باکمال فرزند چھوڑے شاہ عبد الغنی صاحب کا جو اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے تھے سب سے پہلے انتقال ہوا۔ شاہ صاحب کی تعلیمات آپ کے علوم و معارف کی تبلیغ و اشاعت تین صاحبزادوں کے ذریعہ جاری رہا۔

حضرت شاہ عبد العزیزؒ

آپ اپنے علم و فضل و فہم و ذکا اور سرعتِ حفظ میں یگانۂ روزگار تھے آپ نے پندرہ سال کی عمر ہی میں درس و افادہ کا سلسلہ شروع کر دیا اور آپ سے بڑے بڑے فضلاء نے استفادہ کیا، ۲۵ سال کی عمر میں آپ کو متعدد تکلیف دہ مرضوں نے گھیر لیا جس کے سبب سے آپ نے تدریسی ذمہ داری اپنے دونوں بھائیوں کے سپرد کر دی۔ وہ فضل و کمال اور شہرت و مقبولیت کے اس مقام پر فائز تھے کہ اطراف ہند کے لوگ اُن سے انتساب بلکہ آپ کے تلامذہ سے بھی ادنیٰ نسبت پر فخر کرتے تھے۔ آپ کی مشہور تصانیف میں یہ کتابیں ہیں۔ تفسیر قرآن مسمّٰی بہ فتح العزیز، تحفۂ اثنا عشریہ، بستان المحدثین، العجالۃ النافعۃ، میزان البلاغت، سر الشہادتین وغیرہ۔

نماز فجر کے بعد یکشنبہ ۷ شوال ۱۲۳۹ھ کو ۸۰ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔

آپ کی تعلیم و تربیت کے دو بہترین نمونے مولانا عبد الحیٔ بڈھانویؒ اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ ہیں۔ مولانا اسماعیل شہیدؒ کی کتاب تقویۃ الایمان سے خلق خدا کو وہ فائدہ پہونچا اور عقائد کی ایسی اصلاح ہوئی کہ بقول حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے کہ ان کی حیات ہی میں دو ڈھائی لاکھ آدمی درست ہو گئے تھے۔ آپ نے جہاد کے لئے اپنے کو پوری طور پر تیار کر لیا تھا اور حضرت سیّد احمد شہیدؒ کی ہم رکابی اور رفاقت کا حق ادا کر دیا اور بالاکوٹ کے میدان میں شہادت کا شرف حاصل کیا۔ اقبال کے الفاظ میں۔

تکیہ بر حجّت و اعجاز بیاں نیز کنند
کارِ حق گاہ بشمشیر و سناں نیز کنند
گاہ باشد کہ تہِ خرقہ زرہ می پوشند
عاشقاں بندۂ حالِ اند و چناں نیز کنند

آپ کے جانشین آپ کے دو نواسے شاہ محمد اسحٰق اور شاہ محمد یعقوب تھے حضرت شاہ عبد العزیزؒ نے اپنی تمام کتابیں اور گھر وغیرہ آپ ہی کو ہبہ کر دیا۔

حضرت شاہ رفیع الدین دہلویؒ

آپ اپنے وقت کے مشہور محدث، متکلم، اصولی فرید معصر اور نادرۂ دہر تھے۔ برادرِ اکبر شاہ عبد العزیز صاحبؒ سے تحصیل علم کی، اپنے برادر مذکور کی زندگی ہی میں آپ نے تصنیف اور تالیف کا سلسلہ شروع کر دیا تھا اور اکابر علماء میں شمار ہونے لگے تھے۔ علمائے آفاق نے آپ کے علم و فضل کا اعتراف کیا اور آپ کی تصانیف نے قبولیت اور شہرت حاصل کی۔ ترجمۂ قرآن کے سلسلے میں آپ نے جو شہرت پائی وہ آپ کا حق تھا۔ آپ نے بوعلی سینا کے قصیدہ عینیہ کا جواب لکھا ہے جو قصیدۃ الروح کہلاتا ہے۔ آپ نے اپنے برادرِ بزرگ کی حیات ہی میں دہلی میں وفات پائی (۱۸ شوال ۱۲۳۳ھ) اور اہل میں اپنے والد اور جد امجد کے پاس مدفون ہوئے۔

حضرت شاہ عبد القادر دہلویؒ

آپ نے بھی اپنے برادرِ بزرگ شاہ عبد العزیزؒ سے تحصیل علم کیا۔ آپ اپنے شہر میں مرجع عام تھے اور علم روایت و درایت اور اصلاح نفس اور روحانی تربیت میں آپ سے رجوع کیا جانے لگا۔ آپ کے ترجمۂ قرآن کی علماء نے بڑی قدر دانی کی اور اُسے معجزات نبی میں سے ایک معجزہ قرار دیا۔ آپ کی وفات چہارشنبہ ۱۹ رجب سنہ ۱۲۳۰ھ میں ہوئی اور اپنے والد کے پاس دفن ہوئے اس وقت دونوں بڑے بھائی حیات تھے اس لئے قدرتی طور پر انھیں بہت صدمہ ہوا۔ دفن کے وقت فرما رہے تھے کہ ہم ایک انسان کو نہیں بلکہ سرمایۂ علم و عرفان کو دفن کر رہے ہیں

تاریخ دعوت و عزیمت کی جلد پنجم تمام ہوئی یہ اس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی تھی اس سے پیشتر میں نے حضرت مولانا کی چند کتابوں پر مضامین لکھے تھے جیسے کاروانِ زندگی۔ پرانے چراغ، شرق اوسط کی ڈائری ان مضامین کو چند با ذوق حضرات نے سراہا تھا اور ہمت افزائی کے کلمات کہے تھے، میرے محترم بزرگ جناب قاضی مولانا معین اللہ صاحب ندوی مدظلہٗ نے فرمایا کہ سلسلۂ دعوت و عزیمت کی تلخیص کر دو تاکہ طالب علم اور ایسے مشغول لوگ جو پوری کتابیں نہیں پڑھ سکتے وہ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ ارشاد کی تعمیل میں

(باقی ص ۹ پر)

یہ ہے عورت کا مقام بلند جو اس کو قرآن کریم نے دیا ہے

مولانا محمد عبد الکریم پاریکھ صاحب

(قسط)

قرآن گھر کا کیا ماحول بناتا ہے اور ہم نے کیا بنا رکھا ہے

وَاذْکُرْنَ مَا یُتْلٰی فِیْ بُیُوْتِکُنَّ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالْحِکْمَۃِ۔ "تمہارے گھروں میں جو آیات تلاوت کی جاتی ہیں انھیں اپنے چرچے میں لاؤ یہی حکمت دانشمندی اور دانائی کی بات ہے۔"

آپ کے گھر میں انھیں چیزوں کے تذکرے اور چرچے ہوں گے جو پڑھا اور دیکھا جاتا ہو یا وہ چیز تذکرے میں ہوگی جو گھر میں ہو رہی ہو گھروں میں افسانے پڑھے جاتے ہوں گے تو افسانوں اور ناولوں کے تذکرے ہوں گے بلا ضرورت ٹی وی دیکھا جاتا ہوگا یا اس کے اندر کے فحش مناظر دیکھے جاتے ہوں گے تو اس کا چرچا ہوگا کپڑوں کی خرید فروخت اور سلنے سلانے کا وقت ہوگا تو اس کے چرچے ہوں گے منگنی شادی بیاہ کے وقت میں شاہ خرچیوں فضول اخراجات کا بیان اور چرچا ہوگا۔ دوپٹے، کپڑے کے رنگ اور کلر کی بات ہو تو ظاہر بات ہے اس کا چرچا ہوگا۔ لیکن اگر آپ کے گھر میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہوگا اور قرآن مجید کی آیات کا چرچا ہوگا تو آپ کے گھر کا رُخ مدینہ کی طرف ہوگا۔ اور آپ کے گھر کا رُخ اُن خواتین کے گھروں کی طرف ہو جائے گا جنھوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا۔ تمہارے گھروں میں جو آیات پڑھی جاتی ہیں ان کو چرچے میں لاؤ اس لیے کہ یہی دانشمندی اور حکمت کی بات ہے۔

معلوم ہوا کہ گھروں میں قرآن شریف پڑھا جانا چاہیے اور اس کی آیات چرچے اور تذکرے میں لانا چاہیے، یعنی گھریلو کام کاج کرتے ہوئے اور گھر کی ذمہ داریاں پوری کرتے ہوئے اللہ کا ذکر بھی ہوا کرے قرآن مجید اور احادیث شریف کے احکامات بھی تذکرے میں آتے رہیں:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ۔ (۲۴ النور آیت ۳۶)

"نور کی کرنیں ان گھروں میں پڑتی ہیں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ انھیں اونچا اٹھایا جائے اور ان کی عظمت اور ادب قائم رکھا جائے جہاں صبح و شام اللہ کا نام یاد کیا جاتا ہو۔ اور اس کی پاکی بیان کی جاتی ہو وہاں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے شیاطین داخل نہیں ہو پاتے۔

نصیحت نامہ کی تلاوت کرنے والیاں

ایسے معاشرہ کا کیا کہنا جس میں قرآن مجید کے پڑھنے پڑھانے کا خوب رواج ہو گھر کے بچے، بچیاں، بہنیں، بھائی، گھر کے دوسرے افراد پاس پڑوس والے رشتہ ناطہ والے بھی آجائیں پردہ یا کوئی اور شرعی عذر نہ ہو تو مل بیٹھ کر قرآن مجید کا اجتماعی مطالعہ کریں اور ایک دوسرے پوچھیں بھی کہ کیا پڑھا جا رہا ہے اور اب تک کیا نہیں پڑھا گیا ہے قرآن مجید کی حسب ذیل آیت پر غور کریں: فَالتّٰلِیٰتِ ذِکْرًا۔ (۳۷ الصّٰفّٰت آیت ۳)

میرے نصیحت نامے کی جو خواتین تلاوت کرتی ہیں انھیں بطور قسم پیش کر کے اگلی بات کہتا ہوں اللہ کی طرف سے کتنی بڑی عظمت ہے مسلم بہنوں کے لیے کہ وہ قرآن پڑھنا سیکھیں اور سکھائیں۔

ایسے وقت میں بھی ایمان ہاتھ سے نہیں چھوڑا

ظالموں نے ایمان لانے کے جرم میں بعض بعض خواتین کو اس طرح ستایا کہ دو اونٹوں کے پیر میں رسیاں باندھیں ایک اونٹ کی رسی میں خاتون کے ایک پیر باندھا اور دوسرے پیر میں دوسرے اونٹ کی رسی باندھی اور دونوں اونٹوں کو دو مختلف سمتوں میں دوڑا کر اس خواتین کو انتہائی بے دردی سے شہید کر دیا۔ لیکن سختی اور مصیبت کے باوجود ایک خاتون بھی ایمان سے ہٹی نہیں۔ حضرت اُم سلمہؓ کہتی ہیں کہ میرے شوہر ابوسلمہؓ نے اونٹ پر سامان لاد کر مجھے اور میرے بیٹے سلمہ کو اونٹ پر سوار کیا اور خود اونٹ کی نکیل پکڑ کر ہجرت کے ارادہ سے مدینہ کا راستہ لیا۔ میرے میکے والوں کو کسی طرح خبر ہو گئی اور کہنے لگے ابوسلمہ تم کو جانا ہو تو تم جا سکتے ہو ہماری بیٹی نہیں جائے گی۔ ابوسلمہؓ کے ہاتھ سے نکیل چھین لی

اور مجھے زبردستی واپس لے آئے۔ اس کے بعد ابوسلمہؓ کے رشتہ دار آئے اور مجھ سے میرے لڑکے سلمہ کو چھین لے گئے۔ اب میں، میرا لڑکا اور میرے شوہر تینوں جدا جدا ہو گئے، شوہر تو مدینہ چلے گئے، میں اپنے میکے رہ گئی اور بیٹا اپنے باپ کے رشتہ داروں میں پہنچ گیا۔ مجھے روتے روتے ہر دن صبح سے شام ہو جاتی۔ ایک سال اسی طرح گذر گیا نہ میرا بچہ مجھے مل سکا اور نہ ہی میں مدینہ اپنے شوہر کے پاس جا سکی میرے ایک چچازاد بھائی کو میرے حال پر ترس آیا اور کہہ سن کر میرے میکہ والوں کو اس پر راضی کر لیا کہ وہ مجھے جانے کی اجازت دے دیں یہ حال دیکھ کر میرے شوہر کے رشتہ داروں نے بھی مجھے لڑکا دے دیا اور میں مکہ سے نکل کر اپنے شوہر ابوسلمہؓ سے قبا میں جا ملی۔

ایسے دردناک اور غمناک واقعات پیش آنے کے باوجود ان خواتین اسلام نے ایمان کو نہ چھوڑا۔ اسی سبب سے قرآن مجید اور احادیث میں ان کی عظمت و اہمیت کا اعتراف و اظہار کیا گیا ہے۔ یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اسلام میں خواتین کی کوئی اہمیت اور عظمت نہیں ہے اور ان کی تعلیم، لکھنے پڑھنے اور سیکھنے سکھانے کا کوئی انتظام نہیں جنگلی ہیں وہ لوگ اور بڑے نالائق ہیں جو ایسی بات کہتے ہیں خواتین اسلام کو اللہ نے ایسی عظمت دی کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئیں ایک پیالہ میں پانی رکھ دیا جاتا جو خواتین بیعت کے لیے آتیں تھیں وہ پردہ میں رہ کر اس پانی کے اندر ہاتھ ڈال کر رسولؐ سے بیعت ہوتی تھیں یہ کوئی کم فضیلت کی بات ہے کہ جن عورتوں نے اس مبارک پانی کے اندر ہاتھ ڈالا ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے لگا ہو وہ کیسی برکت والی خواتین ہیں اور ان سے دنیا کے اندر کیسا علم دین پھیلا ہو گا اور کیسی کیسی انھوں نے قرآن مجید کی خدمت کی ہو گی اور کیسے کیسے حدیث شریف اور علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت کی ہوگی مسلم خواتین کے علم میں ایسے بڑے بڑے مراتب ہیں کہ صحابیہ خواتین سے مسئلہ پوچھنے بڑے بڑے صحابہ آتے تھے۔ تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بھی یہ سلسلہ جاری رہا کہ اہل علم خواتین سے اعلیٰ مرتبت علماء رجوع کرتے تھے کہ اس مسئلہ کے بارے میں ان کی کیا رائے ہے، یہ فضیلت اور مراتب خواتین کو کہاں سے ملے یہ قرآن مجید کی برکت ہے اور یہ برکت آج بھی ہم میں موجود ہے اگر ہم اسے اٹھا لیں گے تو انشاء اللہ رہتی دنیا تک کبھی بھی ہم ناکام نہیں ہو سکتے۔

عورت مرد کی پشت پناہ ہے

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ

"اسلام کی خدمت کرنے والے اور مرد اسلام کی خدمت کرنے والی عورتیں"

قرآن کی بڑی جامع آیت کا یہ ایک جملہ ہے۔ اس آیت میں مردوں عورتوں کے جو مشترکہ کام ہیں، سماج، سوسائٹی میں مل جل کر کرنے کے جو کام ہیں ان کا تذکرہ فرمایا ہے، کچھ احکام صرف مردوں پر لاگو ہوتے ہیں اور کچھ احکام صرف عورتوں پر لاگو ہوتے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جو مرد عورت دونوں پر ایک ساتھ فرض واجب اور ضروری ہیں ان ہی میں سے ایک حکم کا آیت کے مذکورہ جملہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

اسلام کی خدمت میں مرد آگے ہیں تو عورتیں بھی ان کے پیچھے نہیں ہیں۔ عورتیں مردوں کی پشت پناہ ہیں اور پچھلی صف میں رہ کر برابر مردوں کی شریک کار بنی ہوئی ہیں، مرد آگے بڑھا ہوا ہے عورت پیچھے سے اس کا سپورٹ کرتی ہے عورت اگر ایسا نہ کرے تو تنہا مرد اسلام کی گاڑی چلا ہی نہیں سکتا، صبر سے ڈھارس بندھانے سے صدقہ خیرات کرنے سے دعا سے حجاب سے اور ہر طرح کے شرعی قوانین پر عمل کر کے مردوں کی مددگار اور شریک کار نہ ہوں تو مرد آگے کیسے بڑھ سکتا ہے، ہماری گاڑی جو لنگڑا رہی ہوتی ہے اس کی بڑی بڑی وجوہات کے اندر ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خواتین والا جو بازو ہے وہ مفلوج اور بے نتیجہ ہو کر رہ گیا ہے اور اس کے بارے میں کچھ زیادہ کوششیں نہیں ہو رہی ہیں عورتیں بیچاری یا تو عرس میں چلی جاتی ہیں

(باقی ص ۲۷ پر)

ہماری کوئی برانچ نہیں
بفضلہ
بہترین مٹھائیوں اور بیکری مصنوعات سے
وابستہ نام ـــ سلیمان عثمان
چند خاص مصنوعات: افلاطون، ڈرائی فروٹ برفی، ڈرائی ڈیٹ برفی انجیر پاک، اخروٹ پاک، انڈا پاک، بادام کا زعفرانی حلوہ، بادامی حلوہ، سوہن حلوہ، بادامی سوہن حلوہ، کاجو خشلی، کاجو رول، پلم کیک... کے علاوہ کاجو بسکٹ اور دیگر ہر قسم کے بسکٹ و خستہ نان خطائیاں۔
شیریں رواج، شیریں مزاج
سلیمان عثمان مٹھائی والے
۳۴۷۵۰۰۵۹، ۳۴۷۵۷۹۶۶ ۳۴۱۷۸۴۲
Fax: 009122-8341635 Telex: 011-79341 BARI IN

ممباسا کے گرجاگھر کے پادری نے اسلام قبول کر لیا

ترجمہ: محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

ممباسا کے علاقہ میں واقع ایک بستی غرسینی کے گرجاگھر کے ایک پادری "میتھو بونایا" نے ۲ر نومبر ۱۹۹۵ء بروز جمعرات اسلام قبول کر لیا ہے اور اپنا نام عمر رکھ لیا ہے۔

مسٹر میتھو بونایا ۱۹۶۲ء میں اپنے آبائی وطن غرسینی میں پیدا ہوئے۔ کلیۃ اللاہوت سے عیسائیت کی اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد سند فراغت حاصل کی اور ممباسا میں الاخوۃ الافریقیۃ نامی گرجاگھر کے پوپ مقرر ہوئے۔ اور وہیں عیسائیت کی تعلیم و تربیت دینے لگے تھے اور اسلام کے خلاف سازشیں کرنے والے گروہوں کے ساتھ رہ کر اسلامی تعلیمات، اسلامی دعوت و تبلیغ اور مذہب اسلام کی مخالفت میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے تھے۔ اور گذشتہ سال جب "تنزانیہ" سے دعوت و تبلیغ کے لئے ایک جماعت آئی اور ممباسا کے علاقوں میں اپنے اجتماعات منعقد کئے تو انھوں نے زبردست مخالفت کی بلکہ کثرت سے ایسے ایسے سوالات کرتے تھے کہ اس جماعت کے لوگ اپنے دعوتی عمل سے باز آ جائیں۔ اس اسلامی مخالفت اور عیسائیت نوازی کی بنیاد پر گرجاگھر کی مجلس انتظامیہ نے طے کیا کہ ان کو مزید تعلیم کے لئے امریکہ کے بڑے ادارہ میں بھیجے۔

لیکن گذشتہ دنوں اللہ تعالیٰ نے ان کے سینے کو اسلام کے لئے کھول دیا اور ان کے لئے حق کو واضح کر کے ہدایت دی۔ چنانچہ اسلام کی حقانیت ان کے دل پر جم گئی اور جمعرات کے دن ۲ر نومبر ۱۹۹۵ء کو کلمہ طیبہ و کلمہ شہادت پڑھ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو اسلام پر ثابت قدم رکھے، اور اسلام کا داعی بنائے۔

دوسرے دن جمعہ کو گرجاگھر کی مجلس میں جا کر وہاں کنجیاں اور جو کچھ ان کے پاس تھا سب واپس کر دیا۔ بعض پادریوں نے انھیں عیسائیت کی طرف لوٹنے کی پھر دعوت دی لیکن انھوں نے انکار کر دیا۔ بلکہ خود موصوف عمر صاحب نے ان پادریوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔

(بقیہ) رسید کتب

داڑھی کی شرعی حیثیت

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ندوی اعظمی نے احادیث کی روشنی میں بہت سی کتابوں کے حوالوں کے ساتھ داڑھی کی اہمیت اور فضیلت کے موضوع پر ایک قابل عمل و قابل قبول کتاب تیار کر دی ہے۔ جو عوام و خواص سبھی کے لئے ایک بیش قیمت تحفہ ہے۔

صفحات:- ۷۱ قیمت:- دس روپے

ملنے کا پتہ:- اسلامک بک ہاؤس، ابراہیم پور، پوسٹ ڈیوکلی، اعظم گڈھ ۲۷۶۴۰۳

مسائل رمضان واحکام صدقۂ فطر

مفتی حشمت اللہ قاسمی صاحب کے قلم سے مرتب یہ کتاب رویت ہلال، صدقۂ فطر، تراویح، شب قدر، روزہ کے فضائل و احکام ۷۰ صفحات پر مشتمل خوبصورت ٹائٹل، صاف و سادہ کتابت، عمدہ طباعت کے ساتھ شائع ہو کر منظر عام پر آ چکی ہے۔

قیمت:- چالیس روپے

پتہ:- مکتبہ نعمانیہ دیوبند سہارنپور۔ یوپی۔

(محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی)

(بقیہ)

یہ ہے عورت کا مقام بلند

یا قبروں پر جا کر ڈھول تاشے بجا لیا، کچھ گانے والے گا لیے کوئی سواری یا صندل دیکھ لی، منتیں مان لیں، شیخ صدو کے نام کی شیرینی بنا کر کھالی کھلا دی یا کچھ گلگلے مسجد کے منبر پر چڑھا دیے۔ ان کے سوا اس غریب کو اور کیا معلوم، آپ قرآن مجید کے معانی سے واقف کرائیں کہ اللہ نے یہ کتاب تیرے لیے بھی نازل فرمائی ہے۔ اس میں تیری بھی ضرورتوں کا بیان ہے اور تیری عظمت کے احکامات نازل ہوئے ہیں یہ کتاب خولہ بنت ثعلبہ کو بھی خطاب کرتی ہے۔ اور حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی اور مریم کے راکعہ، ساجدہ اور قانتہ ہونے کا اعلان کرتی ہے، یہ خواتین کے لیے جامع احکامات بیان فرماتی ہے۔

یہ کتاب مبین یہ بتاتی ہے کہ اسلام کی خدمت کرنے والے مرد اور اسلام کی خدمت کرنے والی عورتیں دونوں برابر ہیں اور دونوں کی عظمت اللہ کے نزدیک ہے اور دونوں کے لیے اللہ نے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا۔

دعائے مغفرت

معہد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے سابق ناظر اور دارالعلوم کے انگریزی کے استاذ جناب ماسٹر اکرام صاحب کے ایک عزیز قریب جناب سید محمد عربی نقوی صاحب کا انتقال ہو گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قارئین تعمیر حیات سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مختصر

عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سعودی عرب نے امریکہ کی طیارہ ساز کمپنی سے مسافر طیاروں کی خریداری کے سمجھوتے کئے ہیں جن کی مالیت تقریباً ۶ ارب ڈالر ہے۔ سعودی عرب کے دفاعی ہوابازی کے وزیر نے بتایا کہ یہ معاہدہ سعودی ایرلائنز کے لئے اہمیت رکھتا ہے۔ ان طیاروں کی شمولیت کے بعد سعودی ایرلائنز دنیا کی اہم ایرلائنوں میں شمار کی جائے گی۔

● پاکستان کے وفاقی و مذہبی امور کے وزیر نے کہا کہ موجودہ حکومت نے ملک بھر میں ایک ہی دن عید منانے اور رمضان المبارک کا آغاز ایک ہی دن کرنے کی کوششوں کو تیز کر دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ رویت ہلال میں یکسانیت کے سلسلے میں بعض تجربات کئے جا رہے ہیں اس کے لئے گوادر کا ایک مقام منتخب کیا گیا ہے جہاں علمائے کرام کمپیوٹر کے ماہرین کے ساتھ دوربینوں کے ذریعہ چاند کے اتار چڑھاؤ کا مشاہدہ کریں گے۔

● برطانیہ کے سرکاری کلیسا چرچ آف انگلینڈ نے یہ فیصلہ صادر کیا ہے کہ ازدواجی رشتوں کے بغیر جنسی تعلقات اب گناہ کے زمرے میں نہیں آتے۔ کلیسا نے اس حیرت انگیز اور غیر معمولی رائے کا جواز یہ پیش کیا ہے کہ جدید دور کے طرز زندگی کی اخلاقی قدریں بدل رہی ہیں اور کلیسا کو اس سلسلے میں مفاہمتی انداز اختیار کرتے ہوئے اپنا رویہ اس کے مطابق ڈھالنا چاہئے۔ دوسرے لفظوں میں کلیسا کو رہنمائی کرنے کے بجائے عوام کی خواہشات کے مطابق ان کی پیروی کرنی چاہئے اس نئے فلسفے کے تحت کلیسا نے ہم جنس پرستی کو بھی برداشت کرنا اور اسے تسلیم کرنا شروع کر دیا ہے۔

● عالمی شہرت یافتہ باکسر ملک عبدالعزیز (مائیک ٹائسن) نے مسلمان ہونے کے بعد مغربی دنیا بالخصوص مغربی ذرائع ابلاغ کی جانب سے تعصب اور تنگ نظری پر سخت تنقید کی ہے یہ ذرائع ابلاغ ملک عبدالعزیز کے مسلمان ہونے اور اپنا نام تبدیل کر لینے کے باوجود اب تک انھیں اسی نام سے پکارنے پر مصر ہیں جسے وہ قبول اسلام کے بعد ترک کر چکے ہیں۔

● کویت کی وزارت صحت کے مطابق کویت میں مکمل طور سے سگریٹ نوشی پر پابندی کا ایک نیا قانون نافذ کر دیا گیا ہے خلاف ورزی کے مرتکب شخص پر ۱۵۰ ڈالر جرمانہ کیا جائے گا۔ اور دوبارہ خلاف ورزی کی صورت میں جرمانے کی رقم دوگنی کر دی جائے گی۔

● چین کے ماہرین نے کہا ہے کہ آئندہ صدی میں چین میں دس کروڑ چینی نوجوان شادی کے لئے لڑکیاں نہ ملنے کے باعث غیر شادی شدہ رہ جائیں گے ماہرین کے مطابق لوگوں کی جانب سے لڑکوں کو ترجیح دینے کے باعث آبادی میں خطرناک عدم توازن پیدا ہو گیا ہے اس کی ایک بڑی وجہ حکام کی جانب سے ایک خاندان کے لئے ایک بچے کی اجازت ہے۔ ماہرین کے مطابق ۱۹۶۴ء میں ہر سو لڑکیوں کے مقابلے میں ایک سو تین لڑکے پیدا ہوئے تھے۔ لیکن ۱۹۹۲ء میں ہر سو لڑکیوں کے مقابلے میں ایک سو اٹھارہ لڑکے پیدا ہوتے ہیں

بمبئی کے قارئینِ "تعمیر حیات" سے

بمبئی کے قارئین "تعمیر حیات" حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003.
Tele.: Add Cupkette Tel.: 3762220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجئے۔

دعائے مغفرت

● مدرسہ اشرف المدارس (ہردوئی) کے استاذ جناب محمد شعیب صاحب کی والدہ صاحبہ کا (بمبئی میں) ۲۲ جمادی الاول ۱۴۱۶ھ کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ قارئین تعمیر حیات سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

قرآن مجید چونکہ آخری صحیفۂ سعادت اور پوری دنیا کے لئے نسخۂ شفا ہے اس لئے اسے یہ شرف حاصل ہے کہ اس مقدس و مبارک کتاب کا ایک ایک حرف مع ل کا توں باقی ہے۔ امت محمدیہ نے قرآن حکیم کو اپنی سب سے بڑی دولت سمجھا اور اس کی حفاظت وقرأت پر اپنی ساری محنتیں صرف کر دیں۔

ایک طرف مفسرین کرام نے اس بحر ناپیدا کنار کی غواصی کی اور مطالب و معانی کے لؤلوئے آبدار فراہم کئے تو دوسری طرف قراء عظام نے ہر قرأت و روایت کی حفاظت فرمائی۔ اور اس کے صحیح تلفظ اور صحیح لب ولہجہ کا اہتمام فرمایا۔ اور حفاظ کرام نے اس کے ایک ایک حرف کو اپنے سینوں میں جگہ دی۔ اور علماء اس کی تعلیمات کو پھیلاتے رہے۔

جس طرح قرآن حکیم ایک معجزہ ہے اسی طرح اس کی حفاظت کا انداز بھی اعجازی ہے۔ کسی امت نے اپنی آسمانی کتاب کی وہ حفاظت نہیں کی جو اس امت محمدیہ نے کر کے دکھلائی۔ معاذ اللہ اگر آج قرآن حکیم کے سارے نسخوں کو کوئی سمندر میں غرق کر دے تو قرآن حکیم مٹ نہیں سکتا۔ لاکھوں کی تعداد میں حفاظ و قراء موجود ہیں۔ تھوڑی ہی دیر میں پورا قرآن کریم پھر نقل ہو جائے گا۔ اور ایک حرف و نقطہ کا بھی فرق نہیں ہوگا۔ اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے قراء عظام اور حفاظ کرام کے سینوں کو حفاظت گاہ قرار دیا ہے۔

خلاصۂ کلام یہ کہ قرآن حکیم کے نزول سے لے کر آج تک اس کی حفاظت باحسن وجوہ ہوتی آئی ہے۔ اور جب تک یہ عالم باقی ہے انشاء اللہ اس کی حفاظت ہوتی رہے گی۔

زیر نظر کتاب "مختصر تجوید القرآن" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے کتاب مختصر چونسٹھ صفحات پر مشتمل ہے اور بہت جامع ہے۔ مؤلف محترم مولوی قاری حافظ محمد مسعود عزیزی صاحب نے بڑی محنت سے اپنی علمی وفنی کاوشوں کے ساتھ قواعد کو جمع کیا ہے جو کہ شائقین فن تجوید کے لئے بے حد مفید ہے۔ اور دارالعلوم ندوۃ العلماء سے ملحق مدرسہ بیت العلوم چلی مزرعہ ہریانہ میں داخل نصاب ہے۔

البتہ کتاب کی طباعت میں کہیں کہیں پر نقطے یا تو صاف نہیں آسکے ہیں یا بالکل نہیں ہیں۔ کتاب میں اس کے علاوہ اور بھی کہیں کہیں پر سہو ہوا ہے۔ مثلاً صفحہ ۵۹ پر "جاری" کو "جانی" لکھا ہے۔ اور صفحہ ۵۴ پر "بالتشدید" کو "بالتسدید" غیر منقط لکھا ہے۔

کتاب طیب بکڈپو دیوبند سے طبع ہوئی ہے اور مکتبہ الندویہ دارالعلوم ندوۃ العلماء سے بھی حاصل کی جاسکتی ہے۔ — قاری محمد ریاض مظاہری

"تعلیمات سیرت" – از مولانا سید محمد غیاث الدین مظاہری

سائز: ۳۰×۲۰/۱۶، صفحات: ۱۲۴ مع سرورق، قیمت ۱۵ روپیہ

ملنے کا پتہ: مرکز اسلامی، سی بلاک ۷۰۶ کریلی الہ آباد۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے لے کر وفات حسرت آیات تک کے حالات مختصر مختصر حوالوں کے ساتھ درج کئے گئے ہیں۔ آپ کے اخلاق وعادات کا بھی خاصا ذکر آگیا ہے ساتھ ہی مسلمانوں کو ان اوصاف حمیدہ سے متصف ہونے کی دعوت دی گئی ہے جس کی ان کے لئے ضرورت ہے۔ کتاب کی زبان آسان ہے امید ہے کہ دینی حلقہ میں یہ کتاب مقبولیت کا درجہ پائے گی۔

ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

رسید کتب

تاریخ کی مظلوم شخصیتیں

دس جلیل القدر صحابۂ کرام کی تفصیل کے ساتھ سیرت مولانا عبدالعلی فاروقی کے موئے قلم سے مفید معلومات پر مشتمل کتابت وطباعت کے حسن زیور سے آراستہ خوبصورت ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آگئی ہے

صفحات:- ۲۸۰ — قیمت پچاس روپئے

ملنے کا پتہ:- مکتبہ البدر، کاکوری، لکھنؤ۔ ۲۲۷۲۰۷

اوراقِ جاوداں

معروف معالج حکیم نورالحق جاوید کے نام ہندوستان کے چوبیس مشاہیر علماء و دانشوروں کے خطوط جس میں علامہ سید سلیمان ندویؒ، مولانا عبدالماجد دریابادی، مولانا عمران خاں ندوی، بابائے اردو مولوی عبدالحق، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، ڈاکٹر ذاکر حسین وغیرہ کے مکتوبات بھی شامل ہیں۔ علم و ادب کے طالب علموں کے لئے مفید ہے۔

مرتبین:- راہی فدائی۔ نظام الحق عابد

صفحات:- ۱۵۴

ملنے کا پتہ:- کتب خانہ عزیزیہ، اردو بازار، دہلی۔

(باقی ص ۲۷ پر)

بقیہ: درس حدیث

حضرت عمرؓ کے یہ عرض کرنے پر آپؐ خاموش ہو گئے پھر اس کے بعد عمرؓ نہایت ادب کے ساتھ محبت بھرے الفاظ میں اللہ کے رسول کا دل خوش کرنے والی باتیں کرنے لگے درمیان درمیان میں معذرت کے الفاظ بھی فرماتے جاتے: "ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے ہیں" پھر ملامت کرتے ہوئے فرماتے "اے اللہ کے رسولؐ ہم ابھی ابھی جاہلیت سے نکل کر اسلام لائے ہیں، آپ ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو معاف فرما دیجئے اور اس طرح کے سوالات کہ میرا داخلہ کہاں ہوگا؟ میرا باپ کون ہے؟ اللہ کے رسول میری اونٹنی کہاں ہے ہو درگذر فرمایئے" حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ نامناسب سوالات تربیت و تزکیہ کے ابتدائی زمانہ میں پیش آئے تھے اس لئے کہ حضرت عمرؓ کے قول کہ "ہم لوگ ابھی ابھی نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں" سے یہی معلوم ہوتا ہے، اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس تربیتی منزل کے شروع زمانہ میں جلد بازی و اصرار کرنے سے ڈرایا اور سوال کا طریقہ اور اس کے آداب بتائے، حضرت عامر سعد بن ابی وقاص اپنے والد کے حوالے بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مسلمانوں میں سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس نے کسی ایسی چیز کے حرام و حلال ہونے کے بارے میں سوال کیا جو حرام نہیں کی گئی تھی اور اس کے سوال کی وجہ سے حرام کردی گئی"[1] آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلا وجہ کی باتوں قیل وقال اور بہت زیادہ سوال کرنے اور مال کو بلا وجہ ضائع کرنے سے منع فرماتے تھے، آپ نے صحابہ کرامؓ کو نصاریٰ کی طرح سوال کرنے سے منع فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنے نبی (عیسیٰ علیہ السلام) سے آسمان سے دسترخوان یعنی کھانے کی چیزوں کے اترنے کا مطالبہ کیا کہ ایسا ہوجائے تو ہم کو یقین آئے اور ہم ایمان لائیں اور جب آسمان سے دسترخوان اترا تو ایمان لانے سے انکار کر دیا۔ اس واقعہ کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے:-

"اِذْ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّكَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ"[2]

(وہ قصہ بھی یاد کرو) جب حواریوں نے کہا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تمہارا پروردگار ایسا کرسکتا ہے کہ ہم پر آسمان سے (طعام کا) خوان نازل کرے؟ انھوں نے کہا کہ اگر ایمان رکھتے ہو تو خدا سے ڈرو۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ "لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ" سے مراد بحیرہ، وصیلہ، سائبہ اور حام ہے[3] اور حضرت عکرمہؓ سے مروی ہے کہ سوال سے روکنے کا مطلب اللہ تعالیٰ کی آیات کے بارے میں سوال کرنا ہے کہ کوئی معجزہ ونشانی لایئے تو ایمان لائیں مثلاً قریش کا سوال کہ آپؐ ان کے لئے پانی کی نہر جاری کردیں اور صفا پہاڑی کو سونے کی کردیں یعنی پوری پہاڑی سونا بن جائے[4] آپ صلی اللہ علیہ وسلم آیت کریمہ "لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ" کی حکمت ومصلحت کو سمجھنے کی طرف برابر متوجہ کرتے رہے، اس بارے میں بزار نے حضرت ابو الدرداء کی حدیث مرفوعاً نقل کی اور فرمایا کہ حدیث کی سند صحیح ہے حاکم نے بھی حضرت ابو الدرداء کی حدیث کو صحیح کہا ہے، حدیث یہ ہے:

"ما اُحل الله فهو فی کتابه فهو حلال وما حرم فهو حرام وما سکت عنه فهو عفو فاقبلوا من الله عافیته فان الله لم یکن ینسی شیئاً۔ ثم تلا هٰذه الآیة (وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا)۔

"اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں جو چیز حلال فرمائی ہے وہ حلال ہے اور جس چیز کو حرام کیا ہے وہ حرام ہے اور جس چیز سے سکوت فرمایا ہے وہ جائز ہے (معاف ہے) اللہ تعالیٰ کی معاف اور اختیار دی ہوئی باتوں کو قبول کرلو! اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ کسی چیز کو بھول جائے پھر یہ آیت ذکر کی ہے: "وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِیًّا"۔

دار قطنی نے ابو ثعلبہ کی حدیث ذکر کی ہے:-

"اِن الله فرض فرائض فلا تضیعوها وحدّ حدوداً فلا تعتدوها وسکت عن اشیاء رحمة لکم غیر نسیانه فلا تبحثوا عنها"

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کچھ چیزیں فرض فرمائی ہیں ان کو ضائع نہ کرو (یعنی ان پر عمل کرو) اور کچھ حدود مقرر فرمائی ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور کچھ چیزوں کے بارے میں تم پر اپنے لطف وکرم کی بنا پر نہ کہ بھول کر سکوت فرمایا ہے، ان چیزوں کی تحقیق میں نہ پڑو۔

---

[1] فتح الباری۔ [2] سورہ مائدہ۔ ١١٢۔ [3] یہ چار قسم کے جانور ہوتے تھے جن کو عرب ان خاص ناموں سے آزاد چھوڑ دیتے تھے ان سے کوئی نفع نہیں اٹھاتے تھے نہ ذبح کرتے تھے، ہر نام کی تفصیل الگ ہے۔ [4] تفسیر کثیر سورہ مائدہ۔

اظہار تشکر

جناب مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب مظاہری ناظر کتب خانہ دار العلوم ندوۃ العلماء کے انتقال پُر ملال کے موقع پر اعزہ واقارب کے علاوہ واقف کاروں واہل تعلق نے تعزیتی خطوط کے ذریعہ اس حادثہ پر پسماندگان سے ہمدردی ومحبت کا اظہار کیا ہے اور اپنے اپنے طور پر ایصالِ ثواب کا اہتمام کیا......... ..... ہم لوگ ان کے شکر گزار ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو بہترین جزا عطا فرمائے اور ان سے امیدوار وخواستگار ہیں کہ وہ مولانا مرحوم کی اخروی ترقیات کے لئے دعاؤں میں برابر یاد رکھیں۔ فقط

منجانب برادران اہل خانہ مولانا محمد مرتضیٰ صاحب علیہ الرحمہ

سیّدِ احمد شہیدِ باصفا

ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

حمد ساری اس خدائے پاک کو — جس نے بخشا فضل مشتِ خاک کو
ہوں درود اس کے رسولِ پاک پر — اور آلِ صاحبِ لولاک پر
آل میں برکت خدا نے ان کی دی — اور پھر برکت زمیں کو ان سے دی
آل ہے ان کی وہی جو ان سے ہے — اور عمل میں ان کے وہ پیرو بھی ہے
ہر بلد نے پایا ہے ان سے شرف — دین کی تبلیغ ہے ان کا ہدف
قافلہ اک ان کا یاں بھی آگیا — اور مانک پور میں وہ جا بسا
شاخ اک پہونچی نصیر آباد میں — جم گئی وہ پھر نصیر آباد میں
تھے انھیں میں ایک علم اللہ شاہ — پائی ہم نے ان کے حلقہ میں پناہ
کرکے ہجرت چل دیئے تھے آل حضور — مل گئے مجذوب اک عبد الشکور
حکم فرمایا کہ بس جاؤ یہاں — دیکھتے ہیں آج ہم تکیہ جہاں
تھے ولی خاص وہ اللہ کے — جو بیاں ان کا کرے دفتر لکھے
ان کی نسلِ پاک میں برکت ہوئی — اور ولایت بھی انھیں ملتی رہی
اک سے اک بڑھ کر ہوئے ہیں یاں بزرگ — مانا ہے سب نے جنھیں اپنا بزرگ
سیّدِ احمد شہیدِ باصفا — رحمتیں ان پر ہوں میرے کبریا
ان کے ہاتھوں دین کا احیاء ہوا — غلبہ تھا باطل کا جو وہ چھٹ گیا
دین برپا کرنے کو چھیڑا جہاد — تھا زبان و تیغ سے ان کا جہاد
جنگ بالاکوٹ میں جم کر ہوئی — تھی مقدر میں شہادت مل گئی
گرچہ جسموں پر حکومت نا ملی — پر دلوں پر حق کی عظمت چھا گئی
دین کی خدمت کا پھر یہ سلسلہ — نسل میں ان کی یوں ہی چلتا رہا
تھے مصنف فخر[1] بن عبد العلی — اور ان کے بیٹے بھی عبد الحی
ان کے پھر بیٹے جو تھے عبد العلی — علم و حکمت میں وہ یکتا اور ولی
گل کھلا اس شاخ میں ایسا یہاں — جس کی شہرت سے ہوا واقف جہاں
ہے مراد اس سے ہماری، دوستو! — بوالحسن حسنی علی اے دوستو!
ہے جہاں دنیا میں دینی زندگی! — ہیں کتابیں ان کی واں پہونچی ہوئی
ان کی تقریروں کا عالم کیا کہوں؟ — عطرِ دیں یا علم کا دریا کہوں
اے خدا رکھ ان کا سایہ دیر تک — ہم مسلمانوں کے سر پر دیر تک

عاصی خاطی کی سن لے اے خدا
اپنی مرضی پر چلا مجھ کو سدا

[1] حضرت مولانا علی میاں کے پردادا کا نام عبد العلی تھا، بڑے بھائی صاحب کا نام بھی انہی پر تھا۔

ہول سیل چشموں
کے فینسی فریم اور لینس کے لیے
تاج آپٹیکلس
تشریف لائیے
ڈی 37/152، کوڈئی کی چوکی
(مدھر جلپان گلی) وارانسی
TAJ OPTICALS
WHOLE SALE SPECTECLE
FANCY FRAMES & LENSE
PLEASE
CONTACT TAJ OPTICALS
D-37/152, KODAI-KI-
CHOWKI (MADHURJALPAN
GALI) VARANASI
Ph. 352797 Res. 342127
342106

نئے پرانے دردوں، زخموں، گٹھلی، فالج
دردسر اور دانتوں وغیرہ کی بیماریوں کے
لئے ٦٥ سالہ پرانی عجیب وغریب یونانی دوا
دل آرام تیل
تیار کردہ حکیم قاسم حسین لکھنؤ
اسٹاکسٹ:- ہارون جنرل اسٹور چکمنڈی لکھنؤ۔
نوٹ:- جاندس دھات لکوریا شوگر سے جلد شفایابی کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔ فون: 233629

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن پر مکمل نام وپتہ کے ساتھ خریداری نمبر کا حوالہ دینے سے کارروائی میں جلدی اور آسانی ہوتی ہے